امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 7 جمادی الاولی 1439ھ بمطابق مارچ 2018ء شمارہ 1

نونہالوں کو کس جرم میں خون میں نہلایا گیا؟

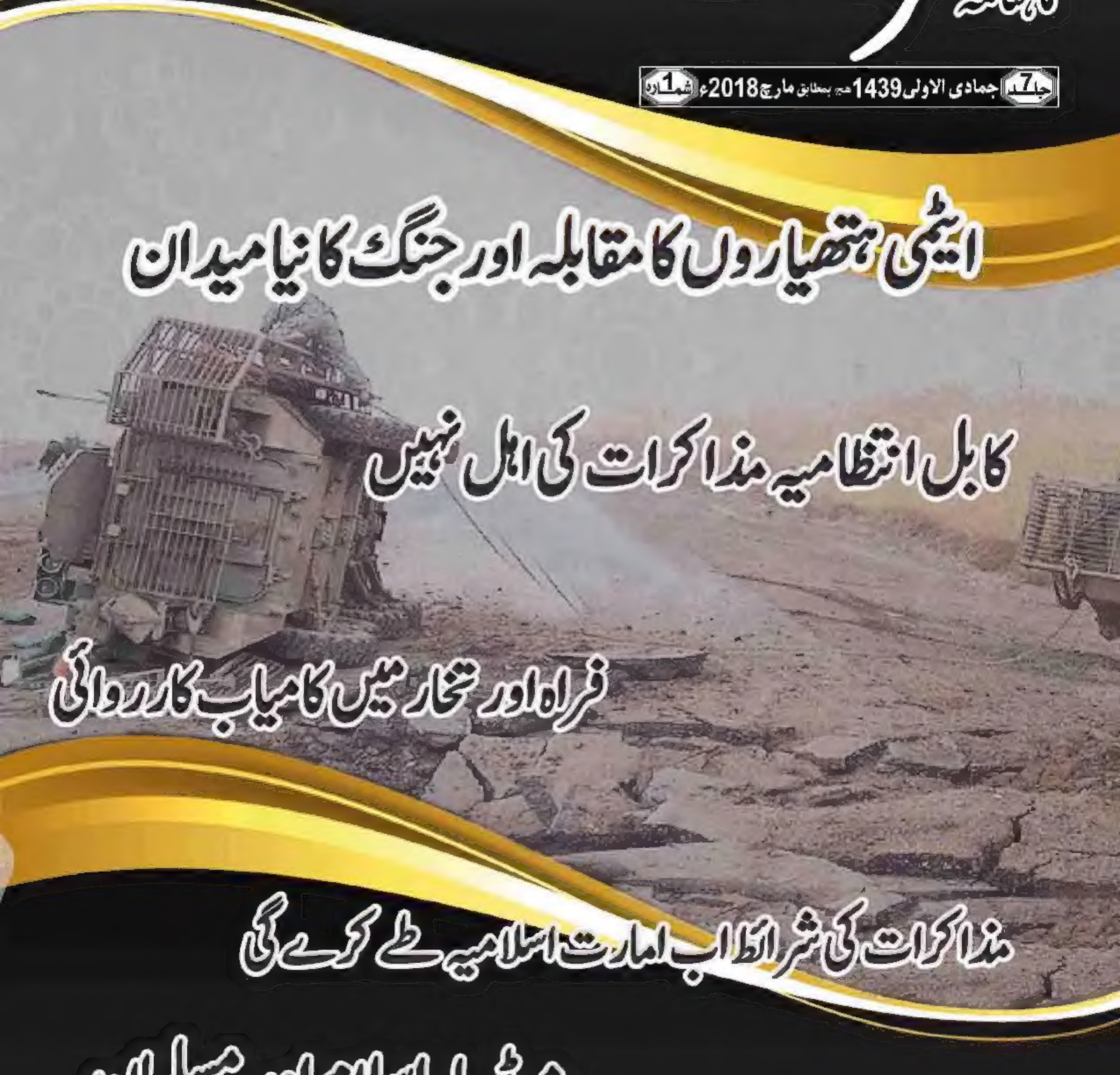

ایٹمی ہتھیاروں کا مقابلہ اور جنگ کا نیا میدان

کابل انتظامیہ مذاکرات کی اہل نہیں

فراہ اور تخار میں کامیاب کارروائی

مذاکرات کی شرائط اب امارت اسلامیہ طے کرے گی

میڈیا، اسلام اور مسلمان

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لایتمنی احدکم الموت اما محسناً فلعلہ یزداد واما مسیئاً فلعلہ یستعتب۔ [متفق علیہ وھذا لفظ البخاری]

وفی روایۃ لمسلم : عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لایتمنی احدکم الموت ولایدع بہ من قبل ان یاتیہ انہ اذامات انقطع عملہ وانہ لایزید المومن عمرہ الاخیرا

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہو تو شائد وہ نیکیوں میں اور زیادہ بڑھ جائے اور اگر وہ بدکار ہو تو شائد وہ [توبہ کر کے اپنے رب کو] راضی کر لے۔ [بخاری و مسلم]

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے جو سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے اس لئے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال بند ہو جاتے ہیں [یعنی عمل کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے] اور مومن کی عمر کی زیادتی اس کی بھلائی میں زیادتی کا باعث بنتی ہے۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

ہم نے حال ہی میں افغانستان کے نصف سے زیادہ رقبے پر اپنی حکمرانی سے ثابت کر دیا ہے کہ ہم کسی سے انتقام لینے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم امتیازی سلوک کرتے ہیں اور نہ ہی اقتدارِ محض کی تلاش میں ہیں۔ ہمارے خیال میں ایک جامع اور عوام کی امنگوں کا نظام وہ ہے، جس میں معاشرے کے تمام طبقات اور اقوام انصاف سے بہرہ ور ہو سکیں۔ صلح کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جارحیت ہے۔ جارحیت کے اختتام سے پرامن طریقے سے افغان مسئلے کا حل امارت اسلامیہ کی پالیسی کا اہم جز ہے۔ اسی لیے سیاسی دفتر کو پُرامن حل کے تلاش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ خطے اور عالم اسلام کی حکومتوں سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہمارے خلاف کوئی بھی مؤقف سامنے آنے یا ہم پر لگائے جانے والے کسی بھی الزام پر اندھا یقین کرنے سے قبل ہماری پالیسی اور مؤقف سے آگاہ ضرور ہو لیا کریں۔ ہم کون ہیں اور ہم کیا چاہتے ہیں؟ یہ جاننے کے لیے دشمن کی آنکھ کا اور اُس کی سوچوں کو مت استعمال کریں۔ ہم کو ہم ہی سے پہچانیں۔ امارت اسلامیہ کسی کو ضرر پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۷/ جمادی الاولی ۱۴۳۹/ مارچ ۲۰۱۸/ شمارہ ۱

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

نونہالوں کو کس جرم میں خون میں نہلایا گیا؟	2
انجینئر عبداللہ گل ریان	4
ایٹمی ہتھیاروں کا مقابلہ اور جنگ کا نیا میدان	9
مذاکرات کی شرائط اب امارت اسلامیہ طے کرے گی	11
کامیابی اور فتوحات	12
کابل حکام کی بچگانہ حرکتیں..!	13
بے اختیار اشرف غنی	5
تازہ ترین فتوحات	16
امارت کے زیر کنٹرول علاقے اور امریکا	18
حالیہ دھماکوں سے دشمن کا نقصان	20
عیسائیت کے وفادار مہرے	21
جہاد اللہ تعالی کا حکم ہے	22
بی بی سی اور سچ!!	23
فراہ اور تخار میں کامیاب کارروائی	25
کابل انتظامیہ مذاکرات کی اہل نہیں	26
ٹاپی منصوبہ ترقی و امن کی شاہراہ	28
پینٹاگون نے شکست تسلیم کرلی	29
میڈیا، اسلام اور مسلمان	30
شجرکاری کے فوائد، ثواب اور صحت	31
صلح بارے چند گزارشات	34
امریکا ناکام ہے	35
آپ کا کیا خیال ہے؟	36
افغانستان فروری 2018 میں	39
جنگی جرائم جنوری 2018	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

نونہالوں کو کس جرم میں خون میں نہلایا گیا؟

آج نہ صرف دین اسلام کے شیدائی اور باحساس افغان قوم بلکہ پوری امت مسلمہ درد وغم سے دوچار ہے، چہروں پہ ویرانی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں لیکن آنسو بہانے سے نہ دل کا غم ہلکا ہوتا ہے اور نہ چہروں پہ تازگی آتی ہے۔ اس لئے کہ یہ غم ایسا غم نہیں ہے جو رونے سے ہلکا ہو جائے اور یہ درد ایسا درد ہے کہ آنسوؤں کی جگہ اگر آنکھوں سے خون بھی بہے تب بھی اس میں کمی نہیں آئے گی۔ سینوں میں انتقام کی آگ دھک رہی ہے اور یہ تب تک دھکتی رہے گی جب تک اس ظالم اور خونخوار دشمن سے ان پھولوں کا انتقام نہیں لیا جاتا اور ان کی کمر پر کاری ضربیں نہیں لگائی جاتیں۔

قارئین کرام! قندوز کا حالیہ واقعہ بہت بڑا دردناک واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کتاب قرآن کریم اور اس کے حفاظ، علوم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حاملین اور ان کے سامنے پڑی کتب احادیث بموں سے چھلنی اور حفاظ وعلماء کے پاک خون سے خون آلود پڑی ہوئی ہیں۔ بزدل اور کم ظرف دشمن نے اپنے خیال وگمان میں منبر ومحراب سے حق کی صدا بند کرنے کا ایک بڑا اقدام کیا ہے۔ دشمن نے قرآن وحدیث کی حفاظت، اشاعت اور دفاع کے مرکز کو نشانہ بنایا ہے اور اسلام کے چمن میں کھلنے والے نوخیز پھولوں کو انتہائی بے رحمی اور بے دردی سے شہید کر دیا ہے۔

یہ خوشی اور شادمانی کی ایک انتہائی خوب صورت محفل تھی، کئی برسوں کی مسلسل محنت اور کوشش کا بہترین نتیجہ نکلنے والا تھا مدرسے کے گلستان میں لگائے گئے پودے پھل دینے کو ہی تھے، اور آج یہ اعلان اسی باغبان کی زبان سے ہونے والا تھا جس نے جگر کا خون دے دے کر ان پودوں کو سیراب کر کے یہاں تک پہنچایا تھا۔

اپنے اسلاف کی روایت کے مطابق آج اساتذہ اور مشائخ کی جانب سے اپنے شاگردوں کو عزت، عظمت اور امانت کی دستار اس امید کے ساتھ ان کے سروں پر رکھی جا رہی تھی کہ یہ اپنے والدین، عزیز واقارب اور اساتذہ کے لئے سعادت دارین اور ملت کے لئے خدمت کا منبع ثابت ہوں گے۔ خوشی کی اس تقریب میں ہر فارغ تحصیل ہونے والے حافظ قرآن اور عالم دین کے رشتہ دار شریک تھے اور سب کے گھروں میں مسلمان ماؤں بہنوں کی ٹولیاں اس انتظار میں تھیں کہ اب ہمارے بچے عزت وعظمت کی دستار پہنے گھر میں داخل ہوں گے اور ہم ان پر پھول برسائیں گے لیکن ظالم دشمن نے اس خوشی کو غم میں بدل دیا اور اپنے بچوں کی انتظار میں بیٹی ماؤں بہنوں کے پاس ان کے بچوں کے جنازے لائے گئے۔

وہ جلسہ گاہ جو چند لمحے قبل حفاظ وعلماء کرام کی موجودگی سے مزین ومنور تھی اب اس سے دھویں کے سیاہ بادل اٹھ رہے ہیں، ہر درو دیوار خون سے رنگین ہے، ہر طرف انسانی اعضاء بکھرے ہوئے ہیں، ہر جانب سے آہ وفریاد سنائی دے رہی ہے۔ کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ یہ کیا ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے؟

قارئین کے علم میں ہو گا کہ کچھ عرصہ قبل میدان وردگ کے علاقہ نرخ میں بھی ایک دینی مدرسے کے معصوم طلبہ پر بیرونی غاصب فوج اور ملی اردو کے کاسہ لیس وحشی اہلکاروں نے دھاوا بول دیا تھا اور مدرسہ کے ایک استاد سمیت بیس طلبہ جن کی عمریں دس پندرہ برس کے درمیان تھیں انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ عینی شاہدین کا کہنا تھا کہ ظالم فوج نے سب کو دیوار کے ساتھ ہاتھ باندھ کر ایک لائن میں بٹھایا اور پھر الگ الگ ہر سر میں فائرنگ کر کے سب کو شہید کر دیا تھا۔ اور اس سے کچھ ہی عرصہ قبل خوست کے علاقہ نادر شاہ میں بھی غاصب امریکیوں نے ایک دینی مدرسے پر حملہ کر کے ایک استاد اور قرآن کریم حفظ کرنے والے 17 بچوں کو شہید کر دیا تھا۔

ٹرمپ جو صدر بش کا اصلی جانشین اور اسلام ومسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور تعصب میں اس سے بھی بڑھ کر ہے، کی طرف سے افغانستان کے حوالے سے نئی پالیسی سامنے آنے کے بعد بھی خیال کیا جا رہا تھا کہ اس سے افغانستان میں دن رات کے چھاپوں، اندھا دھند بمباریوں سے بھرپور درندگی اور وحشت کا ایک خونخوار سلسلہ پھر سے شروع ہو جائے گا۔ جس میں مساجد، دینی مدارس، علماء، طلباء بطور خاص نشانہ بنائے جائیں گے۔ اور اس طرح سے یہ لوگ اپنی شرمناک شکست اور بڑے بڑے جانی اور مالی نقصانات کا بدلہ عام مظلوم افغانوں لینے کی کوشش کریں گے۔

قارئین کرام! وہی ہوا جس کا خدشہ تھا کہ آج اس نئی پالیسی کے اعلان کے بعد کٹھ پتلی افغان فوج اور بیرونی غاصب فوج جس کے لئے آج کل مشترکہ فوج کی اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے، نے ملک کے تمام حصوں میں دن رات گھروں پر چھاپے مارنے اور بمباری کرنے پر زور دے رکھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ چھاپے بڑے وحشتناک ہیں اور ایسے لگتا ہے جیسے چھاپوں کے دوران کسی خاص مقاصد واہداف کے لئے تشدد کو بطور خاص شامل کیا گیا ہے۔ اب یہ عالم ہے کہ چھاپوں کے دوران نوجوانوں کو گرفتار کر کے نہیں لے جایا جاتا بلکہ مار دیا جاتا ہے۔ کٹھ پتلی فوج کے اہلکار افغان قوم کو نقصانات پہنچانے، قتل وغارت کرنے اور افغانوں کے ساتھ دشمنی میں بیرونی غاصب فوجوں سے بڑھ کر اخلاص دکھا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کل قوم کو زیادہ تر نقصانات انہی کے ہاتھوں پہنچ رہے ہیں۔

اب یہی کٹھ پتلی وحشی، افغانی اصول وروایات کو پاؤں تلے روندتے ہوئے بغیر اطلاع دیے گھروں میں داخل ہوتے ہیں، مال واسباب لوٹتے ہیں اور جوانوں کو گھروں سے نکال کر فائرنگ کر کے مار دیتے ہیں پھر شوشہ چھوڑتے ہیں کہ ہم نے مسلح افراد کو نشانہ بنایا ہے حالانکہ وہ مسلح نہیں بلکہ عام نہتے شہری ہوتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے اہل علم اور مراکز علم کو خاص طور پر نشانہ بنایا ہوا ہے۔ مدارس پر چھاپوں میں شدت آگئی ہے، انہی دنوں کئی مدارس سے اساتذہ اور طلبہ کو گرفتار کر کے لے جایا گیا ہے۔ اربکی ملیشا کے نام سے امریکہ کے بنائے ہوئے نئے خونخوار مسلح لشکر نے ان علماء کرام کو بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا ہے جو اپنے اپنے علاقے میں مقبولیت کے حامل تھے، اہل علاقہ کی دینی رہنمائی کرتے تھے اور کٹھ پتلی حکومت کے ظلم وستم پر تنقید کرتے۔

لیکن اس سب کے باوجود فراہ، میدان وردگ، اس سے قبل خوست اور آج قندوز میں پیش آنے والے واقعات کی کسی کو بھی توقع نہ تھی۔ اس لئے کہ اسلامی ممالک کے حکمران چاہے جتنے بھی بے دین ہوں لیکن بدنامی سے بچنے کے لئے اس قسم کی وحشی کارروائیوں سے گریز کرتے ہیں مگر اشرف غنی کی سربراہی میں بننے والا ادارہ بیرونی غاصبین سے بڑھ کر کفر کے ساتھ مخلص بنا ہوا ہے

اور اپنی اسلام دشمنی کو ظاہر کر چکا ہے تو اس نے وہ کچھ بھی کر دکھایا جس کی توقع ایک اسلامی ریاست میں غیر اسلامی حکومت سے نہیں کی جاسکتی۔

وحشیوں کی جانب سے بمباری میں شہید ہونے والے یہ تمام حافظ قرآن اور دورہ حدیث سے فراغت حاصل کرنے والے علماء ان کے اساتذہ کرام اور عزیز و اقارب دستار بندی کی اس تقریب میں شریک تھے، جلسے کے اختتامی مراحل تھے کہ ان پر بم برسائے گئے جس کے نتیجے میں کئی حفاظ، علماء اور مہمان شہید ہو گئے۔ علاقے کے تمام لوگ، پوری دنیا، انسانی حقوق کے نام پر چلنے والی تنظیمیں، کٹھ پتلی ادارے کے وزراء، پارلیمنٹیرینز سب مانتے ہیں کہ دستار بندی کے جلسے پر حملہ ہوا ہے اور قرآن کریم کے معصوم حفاظ، علماء اور جلسے میں آئے ہوئے عام لوگ شہید ہو گئے ہیں۔ واقعہ سے پہلے اور بعد کی تصاویر اور ویڈیوز کو پوری دنیا نے دیکھ لیا ہے، یعنی کہ انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے لیکن وزارت دفاع کا ترجمان پھر بھی ان تمام حقائق سے انکار کر رہا ہے، انگلی سے سورج کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے، بڑی دیدہ دلیری سے کہتا ہے کہ اس قسم کی کسی تقریب پر بمباری نہیں ہوئی بلکہ طالبان کے ایک گروہ کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ سورج کی طرح روشن حقائق سے اس انکار نے کابل ادارے کی حیثیت کو بہت بڑا نقصان پہنچا دیا ہے، اور اہل وطن کو اس ادارے کا اصل منافقانہ چہرہ مزید آشکار کر دیا ہے۔

باقی ہر شخص جانتا ہے کہ بیرونی غاصبین اور داخلی فوجیوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے یہ بچے جن کی عمریں 10 سے 15 برس کے درمیان تھیں سب اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم کے طالب علم تھے اور اپنی کم عمری کے باعث اس قابل نہیں تھے کہ کسی کے خلاف اسلحہ اٹھا سکیں یا کسی عسکری گروپ میں شامل ہو سکیں۔ نہ ہی وہ کسی عسکری گروپ کے ساتھ کسی قسم کے روابط رکھنے کی پوزیشن میں تھے کہ ان کے یہ روابط ان ظالموں کے لئے انہیں شہید کرنے کا بہانہ بن سکتے۔ ان بچوں کا سوائے اس کے کوئی جرم نہیں تھا کہ ان معصوم بچوں اور ان کے ماں باپ نے وطن عزیز میں آئے ہوئے بیرونی غاصبوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی ان کوششوں کو بڑی ہمت اور جوانمردی سے عملاً چیلنج کیا تھا جو وہ اس ملک کی نوجوان نسل کو گمراہ کرنے، فحاشی، عریانی اور بے حیائی میں مبتلا کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔

دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم کے ساتھ ان کی یہ محبت دنیائے کفر کے ہاں سب سے بڑا جرم تھا یہی وجہ ہے کہ اتنی بڑی بے دردی، بے رحمی اور وحشت پر پوری مغربی دنیا خاموش ہے، وہ لوگ جو اپنے مفاد کے لئے دنیا کے ایک کونے میں کسی انسان دشمن حیوان کے قتل پر بھی دنیا سر پر اٹھا لیتے ہیں، اس دلخراش واقعہ پر گونگے بنے ہوئے ہیں۔ آج اس واقعہ پر نہ اقوام متحدہ کی طرف سے کوئی اقدام ہوتا ہے نہ یورپی یونین کی جانب سے اس ظلم و سربریت پر کوئی موقف سامنے آیا ہے اور نہ ہی انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس حوالہ سے کوئی مؤثر آواز اٹھائی ہے۔

کہاں ہیں انسانی مساوات کے جھوٹے دعوے کرنے والے؟ اور کہاں ہے انسانی حقوق کے نام پر بننے والے ادارے؟ سکول میں پڑھنے والی ایک بچی پر فائرنگ ہوتی ہے اور وہ زخمی ہو جاتی ہے تو پوری دنیا چیخ اٹھتی ہے لیکن یہاں بیسیوں طالب علم بمباری کی نذر ہوتے ہیں اور پوری دنیا ظالمانہ خاموشی کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ گویا دنیا میں کہیں ظلم و سربریت کا کوئی چھوٹا سا واقعہ بھی پیش آیا ہے۔

یہ اور اس جیسے دیگر واقعات پیش آنے پر مغربی مؤقف اور منافقت سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور ان کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آجاتا ہے۔

اپنے دین کے ساتھ وفاداری اور اپنی کتاب کے ساتھ محبت کے جرم میں کٹھ پتلی ادارے کا ان معصوم پھولوں کو شہید کرنا اور ان جیسے دیگر واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ اشرف غنی اور اس کا ادارہ صلیبی مغرب کی غلامی اور خدمت میں اسلام، قرآن اور حاملین قرآن کے ساتھ جنگ اور دشمنی میں اصلی صلیبیوں سے بھی زیادہ مخلص ہے۔

اسلام اور قرآن کے ان دشمنوں کو جاننا چاہئے کہ ان کی یہ کوششیں مکمل طور پر ناکام ہیں، اس قسم کے اقدامات سے یہ لوگ فرزندان اسلام کے دلوں سے اپنے دین اور اس کی تعلیمات سے محبت نکال نہیں سکتے، بلکہ اس قسم کے واقعات رونما ہونے پر کٹھ پتلی حکومت سے لوگوں کی نفرت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور اسلام و قرآن کریم کے ساتھ نوجوانوں کی محبت اور بڑھ جاتی ہے، مدارس کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے، دین سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ اور احساس نوجوانوں میں پہلے سے بڑھ جاتا ہے اور نوجوانوں کا یہی جذبہ ان غاصبین اور ان کے کٹھ پتلیوں کی شرمناک شکست کو یقینی بنائے گا۔
ان شاءاللہ تعالی۔

انجینئر عبداللہ گل ریان

قاری محمد سعید

اللہ تعالیٰ نے اس وسیع دنیا کے معاملات کو چلانے کے لیے مختلف النوع صلاحیتوں کی حامل شخصیات کو پیدا کیا ہے۔ کسی کے دل میں جہاد کا شوق پیدا کیا ہے۔ کسی کے دل میں اقتصادی ترقی کا شوق پیدا کیا ہے۔ کوئی شخص سیاست میں دل چسپی لیتا ہے۔ کوئی شہرت۔ مقبولیت۔ قیادت اور عزت کی تلاش میں سر گرداں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مخصوص کیا ہے۔ جو ساری زندگی قلم و کتاب کے ساتھ جُڑے رہتے ہیں۔ انجینئر عبداللہ گل ریان کا شمار بھی ان علمی وادبی شخصیات میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے ساری زندگی علم و عمل کی ترویج میں گزار دی۔ وہ میدانِ علم کے شہسوار تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک نئی نسل کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی خدمت جاری رکھی۔ مسلمان بچوں کے ہاتھ میں قلم اور کتاب تھمانے کے ساتھ ساتھ تعلیمی اداروں کے قیام میں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ وہ ایک جامع شخصیت اور مختلف کمالات کا مجموعہ تھے۔ آپ ممتاز فلسفی۔ مفکر اور ماہر تعلیم تھے۔

اسکول سے یونی ورسٹی تک

انجینئر ریان صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے قلعہ محمد نعیم میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام عبدالظاہر ہے۔ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں قرہ باغ کے سلطان ابراہیم اسکول میں داخلہ لیا۔ اسی سال ان کے والد محترم کا انتقال ہوا۔ وہ بچپن میں نہایت پُر عزم اور ذہین و فطین طالب علم تھے۔ انہوں نے غربت، بے بسی اور ہر قسم کی مشکلات کا نہایت عزم اور صبر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آپ نے سلطان ابراہیم اسکول میں چھٹی جماعت میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ بعد ازاں سلطان محمود ہائی اسکول میں داخلہ لیا۔ وہ مزید تعلیم کے لیے کالج میں داخل ہوگئے۔ چند سال بعد گریجویشن اور اعلیٰ تعلیم کے لیے کابل چلے گئے۔ انجینئر ریان صاحب نے پوری زندگی آزمائشوں اور مشکلات کے خلاف مزاحمت میں گزاری۔ ان کے بچپن اور جوانی کا دور بھی مشکلات سے لڑنے میں گزرا۔ انہوں نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ 'میں تعلیم کے حصول کے ساتھ فارغ وقت میں حلال رزق کی تلاش میں محنت اور مزدوری کرتا تھا۔'

انہوں نے عصری تعلیم کے ساتھ دینی علوم کے حصول پر بھی توجہ دی۔ وہ کالج کے دور میں موسم سرما کی تعطیلات میں دینی علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاتے۔ انہوں نے دینی تعلیم خلیفہ بشیر کے نام سے مشہور 'مولوی عبدالحکیم صاحب' سے حاصل کی۔ انہوں نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ 'اسکول کے دوران دینی کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا اور موسم سرما کی تعطیلات میں گاؤں کے پیش امام یا کسی دوسرے علاقے کے عالمِ دین سے دینی کتابیں پڑھتا تھا۔ اس ضمن میں فارسی زبان کی ابتدائی کتب 'پنج کتاب -گلستان - بوستان- یوسف وزلیخا۔' اسی طرح فقہ کی کتب 'خلاصہ -قدوری - منتخص - کنز - صلوۃ- ہدایہ۔' عقائد کی کتب 'نور ظلم -ابوالمنتہی -قصیدہ امالی -قرآن پاک کا ترجمہ- مشکوۃ شریف' پڑھیں۔

ریان صاحب نے غزنی کی سطح پر کالج کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ بعد ازاں کابل یونی ورسٹی میں انجینئرنگ میں داخلہ لیا۔ اس دوران حالات خراب ہونے کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ ادھورا چھوڑنا پڑا۔

کمیونزم کے خلاف جدوجہد

انجینئر ریان نے فکری جدوجہد کی ترویج کے لیے تحریک شروع کرنے کے حوالے سے لکھا ہے: ' کالج کے دوران کمیونسٹ تنظیموں کے مقابلے میں ہماری تحریک میں باصلاحیت ساتھی موجود تھے۔ ہم نے تحریری وعدوں کے ساتھ جدوجہد کا آغاز کیا۔' جب انجینئر ریان کابل گئے تو انہوں نے ملکی سطح پر اسلام اور کمیونزم کے درمیان سرد جنگ محسوس کی۔ تب کمیونسٹ تنظیموں کی بالادستی تھی۔ جن کے خلاف اسلام پسندوں کی دو تنظیمیں برسرپیکار تھیں۔ ایک تنظیم مصر کی اخوان المسلمین کی حامی تھی۔ اس کی بنیاد 'غلام محمد نیازی' نے رکھی تھی۔ تب تعلیمی اداروں میں اس تنظیم کی جڑیں بہت مضبوط تھیں۔ دوسری جانب علمائے کرام کی

سرپرستی میں قائم 'خدام الفرقان' نامی تنظیم بہت فعال تھی۔ اس کی بنیاد کابل کے قلعہ جواد میں حضرت صاحب نے رکھی تھی۔ انجینئر ریان نے کابل میں پہلی بار 1351 میں خدام الفرقان کے زیر اہتمام حضرت نورالمشائخ کے عرس میں شرکت کی۔ اس تنظیم کے رہنماؤں کے ساتھ تعلق نے انہیں جدوجہد اور سیاسی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا حوصلہ دیا۔ یونی ورسٹی کے دور میں قلعہ جواد تک ان کی آمد ورفت میں اضافہ ہوا۔ وہ ہمیشہ حضرت نورالمشائخ محمد ابراہیم مجددی اور خدام الفرقان کے سربراہ حضرت محمد اسماعیل مجددی رحمہا اللہ کے ساتھ اہم امور پر مشاورت کرتے اور رہنمائی حاصل کرتے۔ انہوں نے اس دوران تصوف سے بھی رشتہ جوڑ دیا اور کمونسٹوں کے خلاف سیاسی جدوجہد میں بھی حصہ لیا۔

انجینئر ریان نے سن 1352 شمسی میں کابل سے شائع ہونے والے جریدے 'ندائے حق' سے وابستگی اختیار کرلی۔ اسی سال کابل یونی ورسٹی کے اسلام پسند طلبہ کے زیر اہتمام بنگلہ دیش علیحدگی کے خلاف مظاہرے میں بھی شریک رہے۔ کابل یونی ورسٹی کا شعبہ انجینئرنگ اسلام پسند طالب علموں کا سب سے فعال مرکز تھا۔ اس یونی ورسٹی کے زیادہ تر طلبہ نظریاتی حوالے سے اسلام پسند تھے۔ اسی لیے انہوں نے جہاد میں اہم کردار ادا کیا۔ کابل یونی ورسٹی میں تعلیم کم اور سیاسی کشیدگی عروج پر رہتی تھی۔ طلبہ مظاہروں، مقابلوں اور مباحثوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ کمیونزم کے خطرات سر پر منڈلا رہے تھے۔ انجینئر ریان سمیت بہت سے اسلام پسندوں نے اپنی تعلیم کے مقابلے میں سیاسی تحریک پر بہت توجہ دی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ یونی ورسٹی میں دو سال پڑھنے کے بعد تعلیم کا سلسلہ رُک گیا۔ انہوں نے 1354 شمسی میں ہلمند اور ہرات کا دورہ کیا۔ بعدازاں کابل سے گردیز اور خوست کے راستے پاکستان کا سفر کیا۔ میران شاہ اور بنوں کے راستے لاہور پہنچے۔ پھر کوئٹہ کے راستے واپس افغانستان لوٹ آئے۔ انہوں نے دوبارہ ہلمند کا دورہ کیا اور صوبہ ننگرہار بھی گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ تب داؤد خان کی حکومت تھی۔ کمیونسٹوں کا دور دورہ تھا۔ ہم سب بہت پریشان تھے۔ اسی دوران ایک بار میں نے کابل میں اپنے مرشد حضرت محمد ابراہیم مجددی صاحب کو اپنی تشویش سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کچھ وظائف دیئے کہ ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کریں۔ انجینئر ریان نے ایران کا بھی مختصر سفر کیا۔ ایران سے واپسی پر 1356 شمسی میں فوج میں شمولیت اختیار کرلی اور صوبہ پکتیا کے دارالحکومت گردیز میں تعینات ہوئے۔

کمیونسٹ انقلاب میں دو بار جیل جانا

کمیونسٹ انقلاب کے دوران انجینئر ریان صوبہ پکتیا کے دارالحکومت میں افغان آرمی میں ڈیوٹی دے رہے تھے۔ چوں کہ افغان فوج میں اسلام پسند جنگجوؤں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ انہوں نے کمیونسٹ بغاوت کے بعد فوج میں بغاوت کی منصوبہ بندی کی۔ اس منصوبے میں انجینئر ریان بھی شامل تھے۔ تاہم یہ منصوبہ قبل از وقت افشا ہونے کے باعث انجینئر ریان سمیت سیکڑوں رہنما گرفتار کر لیے گئے۔ انہیں 9 ستمبر کو گرفتار کرکے گردیز کی جیل میں قید کر دیا گیا۔ بعدازاں کابل کی بدنام جیل پل چرخی میں منتقل کیے گئے۔ موصوف پر صرف الزام تھا۔ شواہد نہ ملنے کے باعث دو اکتوبر کو رہا کر دیے گئے۔ انہوں نے رہائی کے بعد دوبارہ خفیہ جہادی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور قلعہ جواد کے حضرات سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب خطرات بڑھ گئے تو وہ رہنماؤں کی ہدایت کے مطابق پاکستان چلے گئے۔ جہاں وہ پارہ چنار میں خدام الفرقان کے اہم رہنماؤں اور موجودہ جہاد کے اہم ارکان 'مولوی نصراللہ منصور اور مولوی عبدالستار صدیقی' کے ساتھ یکجا ہوگئے۔ اس سفر کے بارے میں انجینئر ریان صاحب نے لکھا ہے:

'ہم نے اگلے دن مولوی جانان اور ملا لعل محمد کی معیت میں گردیز کے راستے پاکستان کی طرف رخت سفر باندھ لیا۔ چمکنی کی تحصیل مشکہ میں رات گزاری۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہاں بازار نہیں ہے، صرف لکڑیوں کا ایک ٹال ہے۔ رات کا کھانا گاؤں کے پیش امام کے گھر میں کھایا۔ اس کے بعد ملا لعل محمد کے تعلق کی بنیاد پر ایک جگہ رات گزاری۔ صبح تحصیل مشکہ سے ایک ٹرک میں سوار ہو کر سفر شروع کیا۔ پاکستان کے بارڈر پر پہنچنے کے بعد اونٹوں پر سرحد عبور کی۔ عصر کو تو تکی اور رات کو پارہ چنار پہنچ گئے۔ مولوی جانان کو مجاہدین کا ٹھکانہ معلوم تھا۔ اسی جانب روانہ ہو گئے۔ اس علاقے میں بجلی کی سہولت میسر تھی۔ تاہم جس ٹھکانے پر ہم پہنچے، وہاں بجلی نہیں تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ مجاہدین کا ٹھکانہ ہے۔'

انجینئر ریان پارہ چنار، پشاور، وانا اور میران شاہ میں مجاہدین کے ساتھ ملاقاتوں اور مشاورت کے بعد گوریلا جنگ شروع کرنے کے لیے واپس کابل لوٹ گئے۔

حکومت کو ان کی خفیہ سرگرمیوں کی طلاع ملی تھی۔ اس لیے کابل پہنچتے ہی حکومت نے انہیں حراست میں لے کر پل چرخی جیل میں بند کر دیا۔ حفیظ اللہ امین کے دور میں مجاہدین کو زندہ رہنے کا حق نہیں تھا۔ اس لیے انجینئر ریان کو پھانسی دینے کا فیصلہ ہوا۔ اس دوران ببرک کارمل نے سوویت یونین کی حمایت سے حفیظ اللہ امین کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا قیدیوں کو عام معافی دینے کا اعلان کیا۔ جس میں انجینئر ریان کو بھی رہائی ملی۔ وہ رہائی کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ پشاور ہجرت کر گئے۔

قلم کا جہاد اور مختلف جہادی سرگرمیاں

روس کے خلاف جہاد کے دور میں پشاور جہادی تنظیموں کا مرکز تھا۔ انہوں نے قلم و کتاب سے لے کر ثقافتی، انتظامی اور تعلیمی شعبوں میں بہترین خدمات سرانجام دیں۔ وہ اس دوران متعدد بار افغانستان بھی گئے۔ جب کہ وہ اپنے گھر اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریاں بھی نبھا رہے تھے۔ انجینئر ریان نے متحدہ حرکت میں دعوت و ارشاد کمیشن کے دفتر میں سیکرٹری کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ بعد ازاں حرکت کے شعبہ ثقافت میں چلے گئے اور ہدایت الاسلام جریدے کے مدیر مقرر ہوئے۔ انہیں متحدہ حرکت کی ثقافتی کمیٹی کا نائب مقرر کیا گیا۔ جب متحدہ حرکت میں دھڑے بن گئے تو وہ مولوی محمد نبی محمدی کی تنظیم سے الگ ہو کر پرانے دوست 'مولوی نصر اللہ منصور' کے ساتھی بن گئے۔ جب کچھ عرصہ بعد تمام جہادی تنظیموں کا دوبارہ اتحاد ہوا تو انجینئر ریان بھی اس اتحاد کے ثقافتی کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ جب اتحاد ختم ہوا تو انہوں نے دوبارہ مولوی نصر اللہ منصور کی جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ چوں کہ یہ تنظیم پاکستان اور امریکا میں رجسٹرڈ نہیں تھی، اس لیے اس تنظیم کو وسائل فراہم نہیں کیے جاتے تھے۔ وسائل کی عدم فراہمی کی وجہ سے مولوی نصر اللہ منصور نے مجاہدین کو اجازت دی کہ وہ دیگر تنظیموں میں کام شروع کریں۔ اسی سلسلے میں انجینئر ریان نے محاذ ملی تنظیم میں ثقافتی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے خدمات شروع کر دیں۔

انجینئر ریان 1366 میں شہید منصور صاحب کی تنظیم کی جانب سے ایران میں نمائندے مقرر ہوئے۔ جب ایک سال بعد مجاہدین کی عبوری حکومت قائم ہوئی تو انجینئر ریان بھی واپس پشاور لوٹ گئے۔ عبوری حکومت کے شعبہ ثقافت میں انجمن تاریخ و تحقیق کمیٹی کے رکن مقرر ہوئے۔ بعد ازاں امریکا کا مختصر سفر کیا۔ جہاں انہوں نے صحافت کورس میں حصہ لیا۔ واپسی پر انجمن تاریخ سے استعفی لے کر مولوی نصر اللہ منصور کی تنظیم حرکت میں ثقافت کمیٹی کے سربراہ مقرر ہوئے اور ندائے حق میگزین اور خدام الفرقان جریدے کی اشاعت شروع کی۔ اکثر مضامین خود لکھتے تھے۔ انجینئر ریان کمیونزم کے خلاف جہادی تحریک کی کامیابی کے بعد مجاہدین کے قافلے میں پشاور سے کابل گئے اور ریڈ کراس کے دفتر میں کام شروع کیا۔ داخلی جنگوں نے انہیں مایوس کیا، جس سے وہ کام چھوڑ کر غزنی منتقل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے گاؤں کے مشہور مدرسے جامعہ نور المدارس فاروقیہ میں مجاہدین کو عصری تعلیم دینے کا انتظام کیا۔

امارت اسلامیہ میں خدمات

انجینئر عبد اللہ گل ریان کی فطرت میں ثقافتی خدمات انجام دینے کا جذبہ تھا۔ جب مایوسی کے عالم میں قندھار میں امارت اسلامیہ کے قیام کا علم ہوا تو فوراً قندھار تشریف لائے اور امارت اسلامیہ میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے شوق اور پیشے کے لحاظ سے شعبہ اطلاعات و ثقافت میں کام شروع کیا۔ انہوں نے خلافت میگزین کی اشاعت سے کام کا آغاز کیا۔ انہوں نے امارت اسلامیہ کے اکلوتے ترجمان میگزین میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کا سلسلہ جاری رکھا۔ علاوہ ازیں 'طلوع افغان' اور امارت اسلامیہ کے دیگر اخبارات اور جرائد کے لیے بھی مضامین لکھتے رہے۔ انہیں کچھ عرصہ بعد قندھار یونی ورسٹی کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد کابل میں طبی انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر اور پھر امارت اسلامیہ کی وزارت خارجہ کی جانب سے سیاسی دفتر کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیے۔

امریکی حملے کے بعد

وہ امارت اسلامیہ کے آخری دنوں کابل میں اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے۔ ان کا گھر کابل میں تھا۔ جب امریکا نے حملہ کیا تو وہ اپنے آبائی گاؤں غزنی منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ پاکستان ہجرت کر کے کراچی میں رہائش اختیار کر لی۔ اگرچہ کراچی میں ہجرت اور غربت کے مسائل نے بہت پریشان کیا، تاہم انہوں نے حوصلہ نہ ہارا۔ چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر امریکا کے خلاف قلمی جہاد شروع

کیا۔ 'عزم' کے نام سے میگزین جاری کیا۔ عزم کی اجراء کے بعد کچھ مشکلات پیش آئیں تو وہ کوئٹہ چلے گئے۔ اپنے نوجوان اور پُر عزم بیٹوں کے ساتھ ترجمہ، کمپوزنگ اور تالیف کا ادارہ قائم کیا۔ اس مرحلے میں انہوں نے اردو سے پشتو زبان میں تقریبا 22 کتابوں کی ٹرانسلیشن کی، جن میں اکثر فقہ حنیفہ کی کتابیں شامل تھیں۔

انہوں نے کچھ عرصہ بعد امارت اسلامیہ کے شعبہ تعلیم میں کام شروع کیا اور نصابِ تعلیم بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے۔ وہ پرائمری کلاسوں کے لیے پشتو زبان میں کتابیں مرتب کرنے کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ اس مرحلے میں انجینئر ریان مصنفین، لکھاریوں اور کتاب سازوں کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے۔ ان کا گھر علم و ادب کا مرکز رہا۔ علم وادب سے وابستہ لوگ ہمیشہ ان کے گھر اکٹھے ہوتے اور مختلف امور پر مشاورت کرتے تھے۔ انجینئر ریان ہمیشہ کہتے تھے کہ 'میری تمنا ہے کہ ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کروں، جو بیک وقت دینی اور عصری علوم کا مرکز ہو۔ جس میں ایک طالب علم بی اے بھی پاس کرے اور دینی علوم میں دورۂ حدیث بھی مکمل کرے۔ انجینئر ریان نے اس خواب کی عملی تعبیر کے لیے دار الحکمت کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ بد قسمتی سے دو سال بعد انجینئر ریان کینسر کے مہلک مرض کا شکار ہو کر انتقال کر گئے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون

انجینئر ریان کی تصانیف

انجینئر عبد اللہ گل ریان کے نام کے ساتھ اگرچہ 'انجینئر' لکھا جاتا تھا، تاہم عملی میدان میں وہ بہترین قلم کار تھے۔ انہوں نے چالیس سال تک قلم کی حرمت کا تقدس برقرار رکھا۔ انہوں نے نوجوانی کی عمر میں لکھنا شروع کیا۔ 'شمۂ از شکنجہ ہائے مشہود در محابس افغانستان' نامی ان کی پہلی کتاب پشاور سے شائع ہوئی۔ ترجمہ نگاری اور تالیف کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا۔

تصانیف

- شمۂ از شکنجہ ہائے مشہود در محابس افغانستان
- مارکسستہا چہ کردند؟
- جب دیکھا تو مان لیا
- اسلامی بیداری کی لہر
- سیرۃ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- روشن سلسلہ
- زندگی اور رازداری
- مسلم سائنس دان
- ہم کس طرح مطالعہ کریں اور کس طرح امتحان دیں؟
- افغانستان کی تاریخ پر ایک نظر
- ابھی تک جو تصانیف نہیں چھپ سکیں، وہ درج ذیل ہیں:
- مسلم عورت
- فلسطین تاریخ کے آئینہ میں
- مجاہدین کی تحریک فکری نکتہ نظر سے
- روح اور روحانیت
- میرے اپنے قلم سے "زندگی کی یاداشتیں"

اس کے علاوہ انجینئر ریان صاحب نے درجنوں کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ ہجرت، جہاد اور امارت اسلامیہ کے دور میں 35 سے زائد جرائد اور رسائل میں اصلی اور فرضی ناموں سے ان کی تحریریں شائع ہو چکی ہیں۔ متعدد لوگوں کی تصنیف کردہ کتابوں پر ان کی تقریظات موجود ہیں۔

انجینئر ریان کی کرشماتی شخصیت

حافظ نور احمد سعید موجودہ جہادی تحریک کے معروف کالم نگار ہیں۔ انہوں نے مرحوم عبد اللہ گل ریان صاحب کی وفات کی مناسبت سے 'انجینئر ریان کی کرشماتی شخصیت' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا۔ حافظ سعید صاحب نے فن تحریر سے وابستگی اور لکھنے کی استعداد میں نکھار ہونے کی بنیادی وجہ انجینئر ریان کے ساتھ تعلق اور ان کی جانب سے ترغیب، حوصلہ افزائی اور تعاون قرار دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں 'تقریبا ایک دہائی قبل میں اپنے پیارے دوست باختر میوندوال کے ساتھ انجینئر ریان صاحب کے گھر گیا۔ پہلی ملاقات میں ان کی شفقت، مہربانی، اخلاص اور نوجوانوں کی تربیت کا جذبہ دیکھا۔ کچھ عرصہ بعد چند سطور پر مشتمل ایک مضمون اصلاح کی غرض سے ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے غلطیوں کی اصلاح کی اور میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ پھر ایک اور مضمون پیش کیا تو انہوں نے خوب داد

دی۔ کہنے لگے کہ اس میں کمی بیشی کی کوئی ضرورت نہیں، یہ قابل اشاعت ہے۔ 'سرک' میگزین میں اشاعت کے لیے بھیجتا ہوں۔ جب میں نے سرک میگزین میں اپنی تحریر دیکھی تو بہت خوش ہوا۔ اگر میری کوئی تحریر اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کرے تو مجھے یقین ہے کہ اس اجر وثواب میں انجینئر ریان کا بھی حصہ ہوگا۔

انجینئر ریان نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ ان کی سادہ زندگی، علم، تہذیب اور ادب کے ساتھ محبت اور خفیہ تقویٰ، للہیت اور استغنا ایسی خوبیاں تھیں، جن کی بدولت وہ زندگی کے ہر موقع پر کامیابی سے ہمکنار رہے۔ میں نے انجینئر ریان صاحب کے ساتھ طویل تعارف اور تعلق کے دوران محسوس کیا کہ وہ دولت کے شوقین اور مادہ پرست نہیں ہیں۔ وہ اپنی مہمان نوازی، سخاوت اور استغنا کی بدولت خاص وعام میں مقبول تھے۔ ان کی ہر مجلس اور ہر محفل سے علم وروحانیت کی خوشبو پھوٹتی تھی۔ ان کی ملاقاتوں میں ایک سبق ہوتا تھا۔ میں نے انجینئر ریان صاحب سے معاشرتی زندگی کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔ جب انجینئر ریان صاحب کابل یونی ورسٹی میں زیر تعلیم تھے اور مولوی شمس اللہ کمال زادہ صاحب کابل میں خدام الفرقان تنظیم کے میگزین ندائے حق میں کام کرتے تھے۔ اس وقت سے دونوں کے درمیان اچھے تعلقات تھے۔ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ انجینئر ریان واقعی ایک دین دار اور مخلص انسان تھے۔ انہوں نے پوری زندگی دین کی خدمت میں گزاری۔ وہ مال ودولت جمع کرنے یا عہدے کا لالچ نہیں کرتے تھے۔ وہ جہاد کے دوران پشاور میں مقیم تھے۔ وہ مجاہدین کے بہت مہمان نواز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جرأت اور سخاوت کی عظیم خصوصیات سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

کالم نگار اور مبصر عبدالرحیم ثاقب انجینئر ریان کے بہت پرانے دوست ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انجینئر ریان کی بہت سی خوبیاں اور خصوصیات ہیں۔ سب سے اہم صفت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی اسلام اور جہاد کے نام سے غلط فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کے دامن پر لالچ اور حرص کے داغ نہیں تھے۔ انجینئر ریان ور حقیقت زہد، تقویٰ، فضیلت، ریاضت اور اخلاص کا نمونہ تھا۔ ان کی زندگی صاف، سلوک، اخلاق اور کردار کے لحاظ سے بے مثال تھی۔ ولا نزکی علی اللہ احدا

وہ کینسر کی جان لیوا بیماری کے باعث لاہور کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ اس دوران ان کے چھوٹے صاحب زادے بشیر احمد ریان کی شہادت کا الم ناک واقعہ رونما ہوا۔ میں نے ٹیلی فون پر ان سے رابطہ کر کے خیریت دریافت کی۔ ان کے بیٹے کی شہادت پر تعزیت کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ جب ان کی عیادت کی گفتگو سے فارغ ہوا تو انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کی شہادت پر نہایت جرأت کے ساتھ مبارک باد دی اور اس کو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے عظیم اعزاز قرار دیا۔

بشیر احمد ریان قندھار یونی ورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ انٹیلی جنس نے انہیں اغوا کر کے بد ترین تشدد کا نشانہ بنایا، جس کے باعث وہ جام شہادت نوش کر گئے۔ انجینئر ریان نے اس پریشان کن صورت حال اور آزمائش کا بڑے تحمل سے سامنا کیا۔ انہوں نے اس موقع پر اپنے تاثرات بیان کیے کہ 'کینسر کے علاج کے سلسلے میں ایک ماہ تک لاہور کے ایک ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ اس دوران چھوٹے بیٹے بشیر احمد ریان کو قندھار یونی ورسٹی سے سکیورٹی اداروں نے اٹھالیا۔ بڑے بیٹے عبدالواحد ریان نے اس کی رہائی کے بارے یقین دلایا۔ ایک دن عصر کے وقت مجھے بتایا کہ بشیر احمد کو شہید کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے انسانی جذبات کی وجہ سے میں لرز اٹھا، لیکن فوراً انا للہ و انا الیہ راجعون کے مبارک الفاظ پڑھ کر صبر کیا۔ میں نے سوچا اگر کمیونسٹوں کے دور میں مجھے پھانسی دی جاتی تو آج بشیر احمد سمیت کوئی بیٹا نہ ہوتا۔ خدانخواستہ اگر شہید بیٹا کسی ناجائز واردات میں مارا جاتا تو آج ان کی فاتحہ خوانی اور جنازہ پڑھنے پر بھی شرمندہ ہوتا۔ الحمد للہ شہادت کا اعزاز حاصل ہوا، جو ہر مسلمان کی تمنا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ انجینئر ریان اور ان کے شہید بیٹے بشیر احمد ریان کی مغفرت فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ہمیں بھی عزت کے ساتھ زندگی اور حق پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ایٹمی ہتھیاروں کا مقابلہ اور جنگ کا نیا میدان

شہید زوی

ٹرمپ نے اپنی نئی حکمت عملی کے بعد 2 فروری کو جوہری پروگرام کے حوالے سے ایک نئے منصوبے کا اعلان کیا ہے۔ جوہری ہتھیاروں کے حوالے سے نئے منصوبے کے اعلان میں کہا گیا کہ امریکا کے ایٹمی ہتھیاروں کو جدید اور بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ روس اور چین نے اپنے جوہری ہتھیاروں میں کافی جدت پیدا کی ہے۔ ایسے جوہری ہتھیار بھی بنائے ہیں، جو وسیع پیمانے کے بجائے مقامی سطح پر معمولی نقصان کر سکتے ہیں۔ امریکی حکام کہتے ہیں کہ روس نے اس حوالے سے امریکا سے سبقت حاصل کی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ امریکا بھی اس میدان میں مقابلہ کرے اور نئے جوہری ہتھیار بنائے۔ امریکا نے نئی سکیورٹی حکمتِ عملی اور نئے جوہری پروگرام کے بارے میں اپنے اعلامیوں میں روس اور چین کو دشمن قرار دیا ہے۔ وہ افغانستان کو دہشت گردی اور داعش کے مرکز کے طور پر باور کرتا ہے۔ جب کہ پاکستان پر بھی الزام لگایا ہے کہ وہاں دہشت گردوں کے محفوظ ٹھکانے موجود ہیں۔

امریکی وزیر دفاع نے حال ہی میں ایک انٹرویو میں واضح کہا ہے کہ اب دہشت گردی کے بجائے دنیا کی بڑی طاقتیں امریکا کی حکمت عملی کا مرکزی نکتہ ہیں۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ روس اور چین کے مقابلے میں نئے جوہری ہتھیار بنانے کے لیے امریکا کو بجٹ میں ایک ٹریلین ڈالر مختص کرنے کی ضرورت ہے۔ جب کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امریکا نے پہلے ہی نئے کروز میزائل بنائے ہیں، جو نیچی سطح پر پرواز کر کے سمندروں کو پار کرتے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ریڈار بھی ان کو نہیں پکڑ سکتا۔ وہ آسانی سے اپنا ہدف بنا سکتے ہیں۔ ایسا زہریلا بادل پھیلاتے ہیں، جس سے تمام زندہ مخلوق ہلاک ہو سکتی ہے۔

> چین دنیا کے کئی ممالک میں سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ چین پر بہت سے ممالک نے انحصار کیا ہے۔ ایسے ممالک بھی ہیں، جو پہلے امریکا کے مضبوط اتحادی تھے۔ اب وہاں چین نے سرمایہ کاری کر کے اپنی گرفت مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے۔ چین آہستہ آہستہ امریکا کے مقابلے میں اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے۔ اگر چین اسی تیزی کے ساتھ ترقی کرتا رہا اور سیاسی حوالے سے بھی اسی طرح مستحکم رہا تو مستقبل قریب میں امریکا اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم رہ جائے گا۔ چین کے مقابلے میں امریکا کی معیشت بہت خراب ہے۔

امریکی حکام کہتے ہیں کہ کچھ عرصے سے روس چھوٹے جوہری ہتھیاروں کے شعبے میں مسلسل پیش رفت کر رہا ہے۔ اس لیے امریکا بھی روس اور چین کا مقابلہ کرنے کے لیے جوہری ہتھیاروں کے حوالے سے نئی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ امریکا کی شروع سے یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ اپنے قومی مفادات کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دشمن کی نظر سے دیکھتا اور بہت دور دراز علاقوں میں اپنے دشمن کو مصروف رکھتا ہے۔ مشرق وسطی میں بھی امریکا اسی پالیسی پر گامزن ہے۔

مشرق وسطی کے اسلامی ممالک میں امریکا نے فرقہ واریت، خانہ جنگی، خون ریزی، حکومتوں کے خلاف عوام کو بغاوت پر اکسانے اور پر تشدد کارروائیوں کے لیے ماحول سازگار بنانے کے لیے سازشیں کر رہا ہے۔ امریکا مشرق وسطی کی طرح جنوبی ایشیا میں بھی اسی پالیسی پر عمل درآمد کر رہا ہے۔ اسی مقصد کے لیے یہاں آیا ہے اور افغانستان کو اس کھیل کا مرکز بنانا چاہتا ہے۔

امریکا افغانستان اپنی موجودگی برقرار رکھ کر روس اور چین جیسے ممالک کے اثرو رسوخ اور ترقی کو روکنا ہے۔ ڈرون طیارے امریکا کی جدید ٹیکنالوجی میں اہم پیش رفت ہیں۔ پاکستان کے قبائلی علاقوں اور افغانستان میں بہت سے مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے ان طیاروں کو آزمایا گیا۔ بموں کی ماں کا تجربہ بھی کیا گیا۔ سائنس دانوں اور امریکی امور کے ماہرین نے بہت پہلے کہا تھا کہ دوسری اور تیسری عالمی جنگیں یورپ میں لڑی گئی تھیں۔ اگر تیسری عالمی جنگ ہوگئی تو اس کا میدان ایشیا ہوگا۔ ٹرمپ کی کوشش ہے کہ امریکا کے مقابلے میں چین کو ایک معمولی ملک قرار دے کر عالمی سطح پر اس کی اہمیت کم کی جائے۔ سرد جنگ کا ایک زمانہ تھا۔ اب وقت بدل گیا ہے۔ افغانستان پر سوویت یونین نے کو اپنی جارحیت کی بڑی سزا ملی ہے۔ اب روس یا چین اس طرح کی غلطی کبھی بھی نہیں کریں گے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکا واحد ملک تھا کہ جس کی معیشت بہت مستحکم تھی۔ مضبوط معیشت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جس بھی ملک پر حملہ کرے، کامیاب ہو جائے گا۔ امریکا کو اس جنگ میں بہت نقصان ہوا ہے۔ اب وہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ یورپ نے ایک عظیم مارشل پلاننگ کے تحت خود کو سنبھالا۔ اس جنگ کے دوران جاپان اور جرمنی جیسے دشمن ممالک کی صنعت کو دوبارہ زندہ کر دیا گیا۔ ان دونوں ممالک میں فوجی اڈے بھی قائم کیے گئے، تاکہ وہ دوبارہ اپنی عسکری طاقت بحال نہ کر سکیں۔ تیسری دنیا کے غریب ممالک کے ساتھ مالی امداد کی آڑ میں وہاں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی گئی۔ سوویت یونین کا راستہ روکنے کے لیے نیٹو اتحاد قائم کیا گیا۔ اس لیے سوویت یونین مجبور ہوا کہ وہ اپنے تمام وسائل اپنے دفاع کے لیے استعمال کرے۔

سرد جنگ کا مکمل وقت ایسے ہی گزر گیا۔ سوویت یونین کو شکست دینے کے بعد دنیا ایک بلاک ہوگئی۔ 90 کی دہائی سے 2016 تک امریکا کا جو بھی صدر برسر اقتدار رہا، وہ خود کو پوری دنیا کا حکمران تصور کرتا تھا۔ اگر ہم ماضی پر نظر دوڑائیں تو حجم اور دفاعی لحاظ سے سوویت یونین امریکا کے مقابلے میں بڑی طاقت تھی۔ البتہ اس کی معیشت مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے امریکا اور یورپ کی طرح دنیا پر حکمرانی نہ کر سکا۔ اس کی کمزور معیشت کی وجہ سے عالمی برادری نے لمبے عرصے تک اس کے ساتھ اتحاد کرنے سے گریز کیا۔ سابق امریکی صدر ریگن کے کچھ اقدامات کے باعث روس مجبور ہوا کہ وہ اپنے دفاعی اخراجات میں اضافہ کرے۔ جس کے باعث اس کی معیشت مزید کمزور ہوگئی۔ وہ لمبے عرصے تک امریکا کے ساتھ ہتھیاروں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اسی وجہ سے افغانستان میں شکست کے بعد اپنے زیر قبضہ ممالک پر اپنی گرفت برقرار رکھنے میں بھی ناکام رہا۔ اس وقت چین اور ماضی کے سوویت یونین میں بہت بڑا فرق ہے۔ چین سوویت یونین کی طرح مختلف اقوام پر مشتمل ملک نہیں ہے۔ چین کی معیشت بہت مضبوط اور ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید بہتر ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ امریکا نے چین سے 100 بلین ڈالر کا قرضہ لیا ہے۔

چین دنیا کے کئی ممالک میں سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ چین پر بہت سے ممالک نے انحصار کیا ہے۔ ایسے ممالک بھی ہیں، جو پہلے امریکا کے مضبوط اتحادی تھے۔ اب وہاں چین نے سرمایہ کاری کر کے اپنی گرفت مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے۔ چین آہستہ آہستہ امریکا کے مقابلے میں اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے۔ اگر چین اسی تیزی کے ساتھ ترقی کرتا رہا اور سیاسی حوالے سے بھی اسی طرح مستحکم رہا تو مستقبل قریب میں امریکا اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم رہ جائے گا۔ چین کے مقابلے میں امریکا کی معیشت بہت خراب ہے۔ 2 بلین ڈالر خسارے کا شکار ہے۔ ٹرمپ کی موجودہ پالیسی کی وجہ سے یہ خسارہ مزید بڑھ جائے گا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکا کی معیشت مضبوط اور دنیا کی معیشت خراب تھی۔ اب صورت حال یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی۔ ٹرمپ 70 کی دہائی کا خواب دیکھ رہے ہیں، لیکن اب وہ صورت حال نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکا کی صورت حال 80 کے عشرے میں روس کی صورت حال سے تبدیل نہیں ہے۔ امریکا ایک طرف دنیا کی سپر پاور کی حیثیت رکھتا ہے اور دوسری طرف وہ اقتصادی لحاظ سے 2 سو ملین ڈالر کا مقروض ہے۔ اگر امریکا، روس اور چین کے مقابلے میں اپنے جوہری ہتھیاروں پر ایک ٹریلین ڈالر اخراجات کا بوجھ بڑھائے گا تو وہ دنیا پر حکمرانی قائم رکھنے میں ناکام رہے گا۔ ممکن ہے بہت جلد وہ سوویت یونین سے بھی بدتر ہو جائے۔

مذاکرات کی شرائط اب امارت اسلامیہ طے کرے گی

اکرم تاشفین

کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے 28 فروری کو کابل میں منعقدہ "کابل عمل" کے دوسرے کانفرنس میں امارت اسلامیہ افغانستان کو باقاعدہ طور پر غیر مشروط مذاکرات کی پیش کش کی۔ انہوں نے امارت اسلامیہ کو دعوت دی کہ افغانستان کے سیاسی عمل میں حصہ لے کر ملک کی تعمیر وترقی میں حصہ لیں، مذاکرات کے لیے کابل انتظامیہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں رکھی جائے گی۔ انہوں نے مذاکرات کے لیے امارت اسلامیہ کی رضامندی کے بدلے امارت اسلامیہ کے نمائندوں پر عائد بین الاقوامی تعزیرات ہٹانے کی بھی پیش کش کی۔ اشرف غنی نے کہا کہ طالبان ایک سیاسی جماعت بنا کر رجسٹرڈ کروائیں اور جنگ کا راستہ چھوڑ کر افغانستان کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔ انہوں نے پیش کش کی کہ امارت اسلامیہ کابل میں اپنا دفتر قائم کرلے اور اگر وہ افغانستان سے باہر کسی ملک میں اپنا دفتر قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔

کابل انتظامیہ کی جانب سے اس پیش کش کے جواب میں امارت اسلامیہ کی جانب سے کسی گرمجوشی کی بجائے خاموشی دیکھنے میں آئی۔ کابل انتظامیہ کی اس گرم جوشی اور امارت اسلامیہ کے اسے درخور اعتناء نہ سمجھنے پر عالمی وعلاقائی میڈیا اور صحافیوں کی جانب سے عجیب وغریب اندازے قائم کیے گئے۔ حالانکہ بات شروع سے بہت واضح ہے۔ امارت اسلامیہ نے ہمیشہ کابل انتظامیہ کو بیرونی قوتوں کی جانب سے مسلط ایک بے اختیار اور نمائشی انتظامیہ قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی شک اور ابہام بھی نہیں ہے۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان کے متعلق جو بھی فیصلہ اختیار کیا ہے کابل انتظامیہ اس پر اظہار رضامندی اور عمل درآمد کے لیے پیش پیش رہی ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ کی افغان اسٹریٹیجی کے اعلان کے بعد امریکا کی جانب وسیع پیمانے پر بمباری، عام شہریوں پر فضائی اور زمینی حملوں اور آپریشنز میں کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ اس کی شریک اور معاون بلکہ ہراول دستہ رہی۔ 31 جنوری کو ٹرمپ نے امارت اسلامیہ کے ساتھ کسی بھی قسم کے مذاکرات اور افغان مسئلہ کے پرامن حل کے امکانات کو مسترد کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کو جنگ کے ذریعے مکمل طور پر ختم کرنے کا اعلان کیا تھا تب بھی کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کی جانب سے اس کی بھرپور تائید وحمایت ہی کی گئی۔ امریکا کی جانب سے کسی بھی ایسے فیصلے پر جو افغان عوام کے مفادات کے خلاف ہو کابل انتظامیہ نے کوئی منفی رد عمل نہیں دکھایا۔ ہمیشہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی اور اس کے نفاذ میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا گیا۔ اشرف غنی انتظامیہ کی جانب سے آتے ہی امریکا کے کہنے پر دائمی سیکیورٹی معاہدے پر دستخط تو ایک الگ تاریخی سیاہ دھبہ ہے جو آج بھی اس کے چہرے پر ہے اور اس انتظامیہ کی بے بسی کا اعلان کرتا ہے۔

ایک بات جو ایک عقل عام بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب کابل انتظامیہ کی کٹھ پتلی فوج قائم ہی امریکا کے لاجسٹک اور اسٹریٹیجک امداد پر ہے تو کابل انتظامیہ میں امریکی فیصلوں سے انحراف یا مخالفت کی ہمت بھی کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ امریکا کی جانب سے ہمیشہ مذاکرات پر زور دیا جاتا ہے مگر خود کبھی مذاکرات کے لیے آگے نہیں بڑھتا۔ 2001ء میں امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ امریکا نے کیا۔ امارت اسلامیہ کا مقابل امریکا ہے۔ کابل انتظامیہ امریکی چھتری کے سائے میں قائم ہونے والی ایک شوپیس انتظامیہ ہے جس کی خود کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ آج بھی اگر کابل انتظامیہ کے ساتھ بیٹھ کر مذاکرات پر رضامندی کا اظہار کردے تو کیا امریکی افواج کے انخلاء یا مزید قیام کے حوالے سے کابل انتظامیہ کوئی ضمانت دے سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب نفی میں ہے۔ ماضی میں کابل انتظامیہ کے سربراہ حامد کرزئی امریکی ڈرون حملوں میں ہونے والے عوامی نقصانات پر امریکا سے اپیلیں ہی کرتے رہے۔ ڈرون حملے آج تک بند نہ ہوسکے۔ جب ایک ڈرون پر کابل انتظامیہ کا اختیار نہیں چلتا تو خطے سے امریکی افواج کے انخلاء یا دیگر بڑے فیصلوں کی کابل انتظامیہ کیسے ضمانت دے سکتا ہے؟ امریکا افغانستان میں افغانستان، اس کے پڑوسی ممالک، خطے کے اہم ممالک چین اور روس وغیرہ کے بیچ اپنی سیاسی وعسکری تزویرات کو زندہ رکھنے کے لیے موجود ہے، افغانستان سے انخلاء کا مطلب امریکا کا خطے کی سیاست سے بے دخل ہو جانا ہے۔ کابل انتظامیہ جیسی کٹھ پتلی حکومت کے کہنے پر امریکا اپنے اتنے بڑے سیاسی منصوبے سے کیسے دستبردار ہوسکتا ہے

مذکورہ بالا صورت حال کا جائزہ لیں اور خود کابل انتظامیہ نے جس انداز میں مذاکرات کی پیش کی ہے کہ سیاسی جماعت بنا کر رجسٹرڈ ہو جائیں اور افغان سیاست میں حصہ لیں یہ سب امریکی جارحیت کے مقابلے میں ہتھیار ڈال کر سرنڈر کرنے کی پیش کش کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جس طرح "غیر مشروط مذاکرات" کے لفظ پر زور دیا جارہا ہے تو یہ بھی محض ایک دھوکہ ہے۔ کابل انتظامیہ یا امریکا کی جانب سے مذاکرات کے لیے شرائط رکھنے کا دور اب جاچکا ہے۔ مذاکرات کے لیے شرائط اب اللہ کی مدد ونصرت اور افغان عوام کے تعاون سے افغانستان کے 70 فیصد رقبے پر حاکم امارت اسلامیہ کی جانب سے رکھی جائیں گی اور انہیں کے مطابق افغان عوام کے آزاد وخود مختار مستقبل کے فیصلے پوری آزادی سے ہوں گے۔

کامیابی اور فتوحات

سیف العادل احرار

اطلاعات کے مطابق صوبہ فراہ میں ضلع انار درہ فتح کر لیا گیا ہے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف احمدی کی جانب سے جاری کرنے والی خبر کے مطابق منصوری آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے صوبہ فراہ کے ضلع انار درہ پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مجاہدین گورنر ہاؤس، پولیس ہیڈ کوارٹر اور دیگر سرکاری عمارات میں داخل ہو گئے۔ دشمن کو پسپا کر دیا گیا۔ اس کارروائی میں کٹھ پتلی فورسز کے 15 اہل کار ہلاک اور درجنوں فوجی زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے تین ٹینک، بھاری تعداد میں اسلحہ اور گولہ بارود غنیمت میں حاصل کیا۔ مجاہدین نے سرکاری عمارات پر سفید پرچم لہرا دیا۔

مجاہدین نے صوبہ تخار میں بھی ایک کامیاب کارروائی کے دوران ایک فوجی بیس سمیت 12 چوکیاں فتح کر لیں۔ جب کہ جھڑپوں میں دشمن کے 107 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان کے مطابق منصوری آپریشن کے سلسلے میں صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار کے علاقے پول مومن اور گورمپہ میں دشمن کے فوجی بیس اور اردگرد 12 چیک پوسٹوں پر حملہ کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں فوجی بیس میں زوردار دھماکہ کر کے چیک پوسٹوں پر حملہ شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد فوجی بیس اور 12 چیک پوسٹوں کو فتح کر لی گئیں۔ مجاہدین نعرہ تکبیر کی گونج میں وہاں داخل ہو گئے۔ اس کارروائی میں دشمن کے چار اہم کمانڈر 'حسین، تاش محمد، کریم اور گل محمد' سمیت 32 فوجی ہلاک، جب کہ 75 اہل کار زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے فوجی بیس اور چیک پوسٹوں سے بھاری مقدار میں اسلحہ حاصل کیا۔ فوجیوں کی لاشیں میدان جنگ میں پڑی ہیں۔ اللہ کے فضل سے اب پورے علاقے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔

مجاہدین نے گزشتہ روز بھی فراہ کے ضلع بالا بلوک میں دشمن پر حملہ کر کے 53 اہل کاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اُن میں اہم کمانڈر بھی شامل تھے۔ علاوہ ازیں، ہلمند کے ضلع مارجہ، گرشک اور ناوہ میں بھی مجاہدین نے دشمن کی اہم چیک پوسٹوں کو فتح کیا۔ غزنی کے دارالحکومت میں ایک چوکی فتح ہوئی۔ پکتیا میں بھی پیش رفت دیکھنے کو ملی ہے۔ گزشتہ ایک ہفتے کے دوران مجاہدین نے اپنی فتوحات کا سلسلہ تیز کر دیا ہے، جس سے دشمن پر خوف طاری ہے۔

سردی کے موسم میں مجاہدین کے کامیاب حملوں نے ثابت کر دیا کہ وہ دشمن پر بہت غالب ہیں۔ مجاہدین کے کامیاب حملوں نے دشمن کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کے حوصلے پست ہیں۔ گزشتہ دنوں اشرف غنی نے دعوی کیا تھا کہ مجاہدین براہ راست حملوں کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔ اس لیے وہ فدائی حملوں کا سہارا لیتے ہیں۔ گزشتہ چند روز کے دوران فراہ، تخار، ہلمند، فاریاب اور دیگر صوبوں میں مسلسل اور کامیاب حملوں سے دشمن کے دعووں کا پول کھل گیا ہے۔ جب ٹرمپ نے افغانستان سے متعلق نئی پالیسی کا اعلان کیا تو کٹھ پتلی حکمران نے اس کا خیر مقدم کیا۔ وہ امارت اسلامیہ کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دینے لگے۔ گزشتہ آٹھ ماہ کے دوران ثابت ہوا کہ دشمن کے دعوے محض دعوے ہی رہے۔ دشمن نے موسم سرما میں قابض قوتوں کے ساتھ مل کر بہت کوشش کی کہ مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں پر قبضہ کر سکے۔ تاہم وہ ہلمند، غزنی، ارزگان اور قندوز میں وسیع پیمانے پر زمینی اور فضائی کارروائیوں کے دوران مجاہدین کو نقصان پہنچا سکا اور نہ ہی ان کے زیر کنٹرول علاقوں پر قبضہ جما سکا۔ دشمن کئی علاقوں سے پسپائی پر مجبور ہے۔ مجاہدین نے دشمن کی پروپیگنڈا مہم کے نتیجے میں اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اسلام و ملت کے دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ کے فضل اور عوام کی حمایت سے مجاہدین نے گزشتہ سالوں کے برعکس رواں سال موسم سرما کی شدید سردی میں نہ صرف اپنے زیر اثر علاقوں کا دفاع کیا، بلکہ دشمن پر بھی ایسے کامیاب حملے کیے، جس سے دشمن کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دشمن جتنا بھی زور لگائے، وہ مجاہدین کو سرنگوں کرنے میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ افغان عوام کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ کبھی بھی دشمن کی طاقت کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ انگریز سامراج اور سوویت یونین نے افغانستان پر اپنی بھرپور طاقت کے ساتھ حملہ کیا۔ ان کا حشر پوری دنیا کے سامنے ہے۔ امریکا نے تاریخ سے سبق نہیں سیکھا۔ وہ جنگ زدہ ملک پر چڑھائی کر کے دو ماہ میں فتح کا خواب دیکھ رہا تھا۔ 17 برس گزرنے کے بعد بھی اس کو کامیابی کا یقین نہیں ہے۔ سابق امریکی صدر اوباما نے دور صدارت کے آخری وقت اس تلخ حقیقت کا اعتراف کیا کہ ہمیں افغانستان میں ناکامی کا سامنا ہے۔ بعدازاں ٹرمپ نے بھی حلف اٹھانے کے بعد اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ افغانستان میں کھربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود امن قائم ہوا ہے نہ مجاہدین کو شکست دی جا سکی ہے۔

ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں۔ اسے مذاکرات سے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ اسی سلسلے میں امارت اسلامیہ کی قیادت نے امریکی عوام کے نام خط میں واضح پیغام دیا کہ جنگ اور طاقت کے ذریعے افغانستان فتح کرنے کا تجربہ ناکام ثابت ہوا ہے۔ لہذا حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے معقول طریقے سے افغان تنازع کا حل نکالا جائے۔ قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں سے امریکی حکام براہ راست مذاکرات کریں۔ اپنے خدشات اور تجاویز پیش کریں۔ جب کہ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کی سفارشات اور تجاویز بھی نوٹ کی جائیں۔ یہ مسئلہ افہام و تفہیم سے ہی حل ہو گا۔ بصورت دیگر امریکا بیس سال مزید جنگ جاری رکھے، وہ افغانستان میں اپنی شکست کامیابی میں تبدیل نہیں کر سکتا۔

کابل حکام کی بچگانہ حرکتیں

موسیٰ فرہاد

بچے فطری طور پر اپنے بڑوں کی حرکات و سکنات دیکھتے اور نقل کرتے ہیں۔ بچے اپنے بڑوں کی باتوں کا مفہوم صحیح طریقے سے نہیں جانتے کہ یہ بات کس مقصد کے لیے کی جاتی ہے؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ سب نہ جاننے کے باوجود وہ بڑوں کے ہی طریقے پر چلتے اور اسے اپنے لیے مفید سمجھتے ہیں۔ بعینہ یہ صورت حال افغان انتظامیہ در پیش ہے۔ چوں کہ کابل حکومت میں ڈاؤن لوڈ کیے ہوئے تمام حکام امریکی بی 52 اور کروز میزائلوں کے لنک کے مرہون منت ہیں۔ ورنہ یہ اپنی ذات میں اتنے بے دست و پا اور کمزور ہیں، جیسے لاشعور بچے ہوتے ہیں۔ ان کی حرکتیں اور باتیں دوسروں کی نقل ہوتی ہیں۔

اشرف غنی ٹیم کے ایک رکن معصوم ستانکزئی سیکورٹی کونسل کے اعلی حکام میں سے ہیں۔ انہوں نے بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'مجاہدین چاہتے ہیں کہ داعش کو افغانستان میں جگہ دیں۔ انہوں نے افغانستان کے شمال اور مشرق میں داعش کے لیے راہ ہموار کرنے کی کوششیں بھی شروع کر رکھی ہیں۔ مجاہدین اس کے لیے پروپیگنڈا بھی کر رہے ہیں، مگر افغان حکومت اجازت نہیں دے گی کہ مجاہدین داعش کی جڑیں افغانستان میں مضبوط کریں۔'

یہ بات دراصل پہلے مجاہدین نے کی تھی کہ داعش کے پیچھے امریکا کا ہاتھ ہے۔ امریکا افغان حکومت کی سیکورٹی کونسل کے ذریعے اس کی مدد کر رہا ہے۔ اسے کمک فراہم کی جا رہی ہے۔ اس کے لیے میڈیا پر وپیگنڈا کرتا ہے۔ داعش کو عراق و شام کی طرح یہاں بھی مجاہدین کے خلاف استعمال کرنے کی خفیہ پلاننگ کی جاتی ہے۔ تقریباً ساری دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ داعش ایک امریکی پروجیکٹ ہے۔ اسے افغان حکومت کے زیر سایہ آگے بڑھایا جا رہا ہے۔' یہ حکام کا ایک تقلیدی بیان تھا، جو انہوں نے مجاہدین سے سیکھا۔'

جب 2003 اور 2004 میں بیرونی جارحیت پسندوں کے خلاف مجاہدین کی مزاحمت زور پکڑ گئی اور بات گوریلا حملوں سے محاذوں اور جنگوں تک جا پہنچی تو ہر طرف یہ بات ہونے لگی کہ مجاہدین سے جنگ کے بجائے مذاکرات ہونے چاہییں۔ مجاہدین نے کہا ہم مذاکرات ان سے کریں گے، جن کے پاس اختیارات ہوں اور مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ مقصد یہ تھا کہ امریکا خود مذاکرات پر تیار ہو اور مسئلہ حل کرنا چاہے تو ٹھیک ہے، ورنہ افغان حکام بے اختیار ہیں۔ ان سے مذاکرات وقت کا ضیاع ہے۔ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

جب اشرف غنی کو جان کیری نے سیکورٹی معاہدے کے بدلے اقتدار دیا تو اس نے فوراً اعلان کر دیا کہ ہم مذاکرات پاکستان سے کریں گے۔ مطلب یہ کہ مجاہدین کا اختیار پاکستان کے پاس ہے۔ حالانکہ امریکا اور پاکستان کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ کون افغانستان کی قسمت کا مالک ہے، یہ سورج کی طرح واضح ہے۔ امریکا افغان حکومت پر کتنا مسلط ہے اور پاکستان کی بات مجاہدین پر کہاں تک چلتی ہے؟! یہ سب کو معلوم ہے۔ اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے پاکستان سے افغان حکام کی مسلسل چار فریقی، چھ فریقی، سو فریقی، ہزار فریقی کسی بھی اجلاس و مذاکرات کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ مگر اس کے برعکس اگر امریکا اور مجاہدین کے درمیان ایک بار بھی مذاکرات ہو جائیں تو لوگ دیکھیں گے کہ جارحیت کے خاتمے اور افغان مسئلے کے خاتمے کے لیے کتنی مثبت پیش رفت ہو گی۔ افغان حکام

اب بھی کہتے ہیں کہ امن، جنگ پاکستان کے آس پاس ہی تلاش کریں گے۔ ان کا مقصد مسئلے کا حل نہیں، بلکہ مجاہدین کے اقدامات کی بچگانہ نقل ہے۔

امارت اسلامیہ نے 2005 میں دعوت و ارشاد نام سے ایک ادارہ قائم کیا، تاکہ جو افغان شہری نا سمجھی، غلط فہمی یا کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے امریکی سیٹ اپ سے مل گئے ہیں، انہیں سمجھائیں اور غلط راستے سے ہٹائیں۔ یہ سلسلہ کامیابی سے جاری ہے۔ کابل حکام اس کے مقابلے میں اٹھے اور 2009 میں مصالحتی شوری کے نام سے ایک دفتر کھولا، تاکہ مجاہدین کی صف سے لوگوں کو توڑ کر حکومت سے ملائیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً چھوٹے بچوں کے کاندھوں پر شال کے لوگوں کے جبے ڈال دیے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں شکاری رائفلیں تھمادی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ افراد مجاہدین کمانڈر ہیں، جنہوں نے مصالحتی شوری کی کوششوں سے حکومت کے آگے ہتھیار ڈالے ہیں۔

مجاہدین شروع ہی سے جارحیت پسندوں کے خلاف کئی طرح کے آپریشن کرتے آ رہے ہیں۔ جن میں ایک قسم 'نفوذی افراد' کے حملے ہیں۔ وہ افراد، جو افغان پولیس اور فوج میں بھرتی ہو کر وہاں اہم ٹھکانوں تک پہنچتے اور ایک زبردست حملہ کر کے دشمن کو بھاری نقصان پہنچاتے ہیں۔ چوں کہ ان کا تعلق مجاہدین سے فکر و عقیدے کی بنیاد پر ہوتا ہے، اس لیے ان کا کام کامیاب اور نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں حکومت نے اعلان کیا کہ ہم نے مجاہدین کے اندر ایسے افراد ڈھونڈ کر انہیں رقم فراہم کی ہے کہ وہ مجاہدین پر عقب سے حملہ کریں گے۔ ان کا یہ منصوبہ عمل درآمد سے پہلے ہی افشاء ہوگیا۔

کئی مرتبہ کابل اور کچھ دیگر شہروں میں انتہائی حساس مقامات جیسے سکیورٹی کونسل کے دفتر، بہت زیادہ نقصان کا امکان رکھنے والے مقامات، جیسے شمشاد ٹیلی ویژن کی عمارت، مگر کسی کو قابل ذکر نقصان نہیں ہوا۔ پھر بھی حکومتی میڈیا نے وسیع پیمانے پر کوریج دیتے ہوئے کہا کہ داعش اتنے خطرناک حملے کر سکتا ہے اور اتنی طاقت ور ہو گئی ہے۔ اس لیے لوگ سمجھ گئے کہ اس کے پیچھے بھی کوئی معاملہ ہے۔ مجاہدین نے اعلان کیا کہ سب کچھ امریکا کے کہنے پر حکومت خود کر رہی اور چاہتی ہے کہ اس طرح داعش کے لیے کمپین چلائے۔ اس کے بعد کئی حملے ہوئے۔ داعش نے ان کی ذمہ داری بھی قبول کی۔ حکومت نے داعش کے کیے ہوئے دعوے چھوڑ کر کہا کہ یہ مجاہدین کی کارروائی ہے۔ اور وہ ذمہ داری داعش پر ڈال رہے ہیں۔

جہاد کے میدان میں اسلامی نظمیں اور ترانے پڑھنا سنت نبوی ہے۔ جس کی اثر انگیزی سب جانتے ہیں۔ نوجوان نعت اور ترانوں سے بہت محبت رکھتے اور بہت ولولہ انگیز انداز میں جہادی اور قومی ترانے پڑھتے ہیں۔ بہت سے نوجوان فدائی حملوں کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ایک دن فیس بک پر ویڈیو دیکھ کہ کچھ افغان فوجی جمع ہیں۔ پولیس اور ملی اردو کی وردی پہنے ہوئے اسٹیج پر چڑھے ترانہ پڑھ رہے ہیں۔ سامعین میں کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ ترانے کے مفہوم میں دہشت گردی کے خلاف باتیں تھیں۔ اس میں کسی قسم کا اسلامی اور قومی ولولہ نہیں تھا۔ لے اور آواز بھی بھدی سی تھی۔ یہ سب کچھ کر کے وہ چاہتے تھے کہ مجاہدین کی نقل کریں اور لوگوں کو اتنا متاثر کر دیں کہ جس طرح مجاہدین کے ترانے سن کر لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں، جن کا احاطہ کرنے سے تحریر طویل ہو جائے گی۔ مقصد یہ ہے افغان حکام انتہائی رحم کے قابل ہیں کہ لاشعوری طور پر بچوں کی سی حرکتیں کرنے لگے ہیں۔ لوگوں کو خود پر ہنسنے اور مذاق اڑانے کا موقع دیتے ہیں۔ ہمارے عوام اس لیے قابل رحم ہے کہ استعمار نے ایسے نااہل لوگ صرف اور صرف طاقت کے بل پر اُن پر مسلط کر رکھے ہیں۔

بے اختیار اشرف غنی

خلیل عزیز

افغانستان میں امن واستحکام لانے کے لیے امارت اسلامیہ کا اصولی مؤقف یہ ہے کہ 'وہ انہی کے ساتھ مذاکرات کرے گی، جنہوں نے 17 برس سے افغانستان میں جنگ شروع کر رکھی ہے۔ انہوں نے افغانستان پر ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ ہماری اقدار کو پامال کر رہے ہیں۔ امریکا نے افغان عوام کی خود مختاری کا حق چھین لیا ہے۔

خوش قسمتی سے اس معقول مؤقف کی تائید کے لیے اب مغرب کے اہم حلقوں کی جانب سے آواز بلند ہو رہی ہے۔ امارت اسلامیہ کے اس معقول اور اصولی مؤقف کی بہتر وضاحت تب ہوئی، جب امارت اسلامیہ کی قیادت نے حال ہی میں امریکی عوام کے نام کھلے خط میں مذاکرات کی پیش کش کی۔ جس نے توقع سے بڑھ کر امریکی عوام اور مغرب کو سمجھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جب امریکی حکام نے خط میں امارت اسلامیہ کے معقول مؤقف، اصولی سیاست اور کامیاب سفارتی پالیسی کے اہم نکات دیکھے تو افغانستان میں اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ دوسرے اجلاس میں 'کابل امن عمل' کے بارے میں چند نمائشی اعلانات کیے جائیں۔ امن کے حوالے سے سطحی طور چند تجاویز پیش کی جائیں، تاکہ ایک جانب امریکی عوام کے نام شائع شدہ خط کے اثرات کم ہو سکیں اور دوسری جانب افغان عوام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مجاہدین ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکالا جاتا کہ 'اشرف غنی کی غیر مشروط پیش کش اور تجاویز کے باوجود امارت اسلامیہ مذاکرات کے لیے تیار نہیں ہے۔' جب کہ حقیقت بہت واضح اور روشن ہے۔ حقیقی امن کی راہ میں رکاوٹ اور مصالحت کا دشمن کون ہے؟ کون جنگ کی آگ پر تیل چھڑکنے کی کوشش کر رہا ہے؟ یہ سب کو معلوم ہے۔

گزشتہ دنوں واشنگٹن پوسٹ نے افغانستان کے لیے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے سابق نمائندے کائی آیدہ کی خبر شائع کی کہ 'امارت اسلامیہ کابل حکومت کے ساتھ براہ راست مذاکرات کے مخالف کیوں ہے؟' کائی آیدہ نے کہا کہ امارت اسلامیہ کا یہ مؤقف درست ہے کہ وہ افغان حکومت کے بجائے امریکا کے ساتھ مذاکرات کر سکتی ہے۔ کیوں کہ افغانستان کی فوجی حکمت عملی واشنگٹن میں بنائی گئی ہے۔ کابل حکومت کا اس میں کوئی عمل دخل اور اختیار نہیں ہے۔'

اہم بات یہ ہے کہ اب تک امریکا اپنی جنگی حکمت عملی کے تحت افغانستان اور خطے میں فضائی حملوں، چھاپوں اور خصوصی آپریشنز پر زور دے رہا ہے۔ اس نے افغانستان کو اپنی جنگ کے لیے علاقائی سطح کا کمانڈ سینٹر سمجھ رکھا ہے۔ کابل حکومت مکمل طور بے بس اور بے اختیار ہے۔ ہر حکم امریکا کا چلتا ہے۔ جنگ اور جنگ بندی کا اختیار تو دور کی بات ہے۔ افغانستان کا فضائی اور زمینی کنٹرول امریکا کے پاس ہے۔ اشرف غنی نے کئی بار کہا ہے کہ 'اگر امریکا ہماری فوج کو تیل اور ڈالر کی فراہمی بند کر دے تو ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں کہ ہم ایک ہفتے تک مجاہدین کے خلاف لڑ سکیں۔'

صاحب فہم لوگ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امن اور مذاکرات کے حوالے سے امارت اسلامیہ کا مؤقف کتنا اصولی اور معقول ہے۔ کیا کٹھ پتلی حکمران یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ وہ غیر ملکی فوج کے انخلا کے بعد حقیقی امن بحال کرنے میں کلیدی کردار ادا کر سکیں؟

سیف العادل احرار

تازہ ترین فتوحات

امارت اسلامیہ کی جانب سے ہر سال موسم بہار کی آمد کے موقع پر افغانستان بھر میں قابض اور کٹھ پتلی دشمن کے خلاف نئے نام سے آپریشن کا اعلان کیا جاتا ہے۔ جب کہ رواں سال امارت اسلامیہ کی قیادت نے ابھی تک نئے آپریشن کا اعلان نہیں کیا ہے۔ افغانستان بھر میں مجاہدین نے نئے عزم اور ولولے کے ساتھ دشمن پر حملوں کا آغاز کر دیا ہے۔ گزشتہ سال اگست میں امریکی صدر ٹرمپ نے افغانستان سے متعلق نئی پالیسی کا اعلان کیا، جس کے بعد قابض امریکی فوج نے افغانستان میں فضائی حملوں اور خصوصی آپریشنز میں کئی گنا اضافہ کیا۔ سات ماہ گزرنے کے باوجود دشمن کو نئی پالیسی کے نتیجے میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ جب کہ اس کے رد عمل میں مجاہدین نے بلند حوصلے کے ساتھ دشمن کے ٹھکانوں پر گوریلا حملوں کا آغاز کیا اور موسم سرما کی شدید سردی میں بھی دشمن کو ہر جگہ منہ توڑ جواب دیا۔ مجاہدین نے موسم بہار کی آمد سے قبل ہی کابل سمیت افغانستان بھر میں قابض اور کٹھ پتلی فورسز پر نئے حملے شروع کیے۔ اللہ کے فضل سے مجاہدین قابل ذکر فتوحات سمیٹ رہے ہیں۔ گزشتہ تین روز میں افغانستان بھر میں مجاہدین کے چند بڑے واقعات اور نئی فتوحات کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

> صوبہ فاریاب کے ضلع بل چراغ میں تین فوجی اڈے اور 12 چوکیاں فتح کی گئیں۔ منصوری آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے فاریاب کے ضلع بل چراغ میں ارچو کے علاقے میں دشمن کے فوجی اڈوں اور چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تین فوجی اڈے اور 12 چوکیاں فتح کی گئیں۔ جب کہ 12 سو گھروں پر مشتمل پورا علاقہ مجاہدین کے زیر کنٹرول آگیا۔ ان جھڑپوں میں دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ مجاہدین نے بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود بھی غنیمت میں حاصل کیا۔ علاوہ ازیں فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں بھی مجاہدین نے ایک کامیاب کارروائی کے دوران ایک فوجی اڈے سمیت پانچ چوکیاں فتح کر لیں۔ دشمن کے ساتھ جھڑپوں میں دو کمانڈوز سمیت 12 اہل کار ہلاک اور دس سپاہی زخمی ہوئے۔ جب کہ

کابل میں فدائی حملے میں دشمن کی دو فوجی گاڑیاں تباہ اور ان میں سوار تمام اہل کار ہلاک ہوگئے۔ تفصیلات کے مطابق منصوری آپریشن کے سلسلے میں 17 مارچ کو کابل شہر کے حلقہ 9 کے قریب سرک نو کے علاقے میں کابل شہر کے رہائشی عبداللہ مجاہد نے بارود بھری گاڑی قابض فوجیوں کی گاڑی سے ٹکرا دی، جس کے نتیجے میں دو گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کی جانب سے جاری کردہ خبر کے مطابق فدائی مجاہدین کی انٹیلی جنس نے مسلسل چند روز قابض فوجیوں کی آمد و رفت کی نگرانی کی اور بعد حملے کا منصوبہ بنایا۔ جب صبح غیر ملکی فوج کا قافلہ اپنے بیس سے نکلا تو فدائی مجاہد نے ان پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ایک گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوئی، جب کہ دوسری گاڑی کو جزوی نقصان پہنچا۔ ان دونوں گاڑیوں میں سوار چھ سے دس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ حملے کا ہدف قابض فوجی تھے۔ انہیں کامیابی سے نشانہ بنایا گیا۔ بوکھلاہٹ کے شکار دشمن نے اپنی خفت مٹانے کے لیے پروپیگنڈا کیا کہ 'اس حملے میں عام شہریوں کو نقصان پہنچا ہے۔' درحقیقت یہ حملہ قابض فوج کے بیس کے قریب ہوا ہے، جہاں عام لوگوں کو آمد و رفت کی اجازت نہیں ہے۔ اس حملے نے دشمن کے ان دعوؤں کی قلعی کھول دی

کہ کابل شہر میں غیر ملکیوں کے تحفظ کے لیے بڑے پیمانے پر اقدامات کیے گئے ہیں۔اسی طرح قابض فوج پر مزید حملے بھی کیے جائیں گے۔

دوسری جانب قندھار کے ضلع دامان کے علاقے عبداللہ کاریز میں ایک فدائی مجاہد نے غیر ملکی فوجیوں کو نشانہ بنایا، جس میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق منصوری آپریشن کے تحت قندھار کے ضلع دامان کے علاقے عبداللہ کاریز میں ائیرپورٹ کے قریب ایک فدائی مجاہد اسداللہ قندھاری نے بارود بھری گاڑی قابض فوج کے قافلے سے ٹکرادی، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک مکمل طور پر تباہ، جب کہ قافلے میں دوسرے ٹینک کو بھی جزوی نقصان پہنچا۔ عینی شاہدین کے مطابق ٹینک پر حملے کے بعد کافی دیر تک اس میں آگ کے شعلے بھڑکتے رہے۔ اس میں سوار تمام غیر ملکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق قندھار کے صوبائی ترجمان ضیاء درانی نے کہا کہ ایک حملہ آور نے رومانی فوجیوں کو نشانہ بنایا، جن کی ہلاکتوں کے بارے میں تفصیلات اب تک سامنے نہیں آئیں۔

صوبہ فاریاب کے ضلع بل چراغ میں تین فوجی اڈے اور 12 چوکیاں فتح کی گئیں۔ منصوری آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے فاریاب کے ضلع بل چراغ میں ارچتو کے علاقے میں دشمن کے فوجی اڈوں اور چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تین فوجی اڈے اور 12 چوکیاں فتح کی گئیں۔ جب کہ 12 سو گھروں پر مشتمل پورا علاقہ مجاہدین کے زیر کنٹرول آگیا۔ ان جھڑپوں میں دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ مجاہدین نے بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود بھی غنیمت میں حاصل کیا۔

علاوہ ازیں فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں بھی مجاہدین نے ایک کامیاب کارروائی کے دوران ایک فوجی اڈے سمیت پانچ چوکیاں فتح کرلیں۔ دشمن کے ساتھ جھڑپوں میں دو کمانڈوز سمیت 12 اہل کار ہلاک اور دس سپاہی زخمی ہوئے۔ جب کہ بھاری تعداد میں اسلحہ بھی مجاہدین کے ہاتھ لگا۔

مجاہدین نے صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے قریب دہ یک کے علاقے میں دشمن کی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو چوکیاں فتح اور ان میں موجود 15 اہل کار ہلاک ہوگئے۔ جن کی لاشیں میدان جنگ میں پڑی رہیں۔ جب کہ مفتوحہ چوکیوں سے مجاہدین کو بھاری مقدار میں اسلحہ بھی ملا ہے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی اور مارجہ کے درمیان پارچاوے کے علاقے میں ایک فدائی مجاہد نے بارود بھری گاڑی کے ذریعے دشمن کے بیس پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

مجاہدین نے صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار میں بھی دشمن کی چیک پوسٹوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پورا علاقہ اور متعدد چیک پوسٹیں فتح ہوگئیں۔ صوبہ فاریاب کے ضلع گرزیوان میں ہزاروں لوگوں نے امارت اسلامیہ کی حمایت کا اعلان کردیا۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف احمدی کے اعلامیہ کے مطابق گرزیوان میں چار ہزار خاندانوں پر مشتمل ہزاروں افراد نے مجاہدین کی حمایت کا اعلان کیا۔ قاری محمد یوسف احمدی کے مطابق کمانڈر غلام نبی کی قیادت میں ہزاروں افراد نے حمایت کرنے کے موقع پر سو ہتھیار بھی مجاہدین کے سپرد کیے۔ علاوہ ازیں غزنی، اروزگان، فراہ، خوست اور پکتیا سمیت مختلف صوبوں میں مجاہدین نے کئی اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ فتوحات کا یہ شان دار سلسلہ جاری رہے گا۔

ان شاء اللہ

امارت کے زیرِ کنٹرول علاقے اور امریکا

عبدالستار سعید

9فروری کو بی بی سی سمیت دیگر میڈیا ذرائع نے خبر شائع کی کہ 'افغان فورسز شمالی صوبہ تخار کے ضلع درقد پہنچ گئی ہیں۔ یہ ضلع اس سے قبل مجاہدین کے زیرکنٹرول تھا'

البتہ میڈیا نے یہ نہیں بتایا کہ فوج کے درقد پہنچنے کے بعد کیا ہوا تھا؟! افغانستان کے شمال مشرقی صوبے تخار میں قلعہ جنگی، خواجہ بہاؤالدین اور درقد اضلاع کی سرحدات ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہیں۔ ان اضلاع کے لوگوں نے کچھ عرصہ قبل ایک مشترکہ منصوبے کے تحت ضلع درقد کے علاقے شور عرب میں مشترکہ بازار بنایا۔ بے روزگاری اور معاشی مسائل کے شکار افغان عوام کے لیے یہ ایک بہترین اقدام تھا، جس کی بدولت تینوں اضلاع کے غریب لوگ ایک نئے بازار میں دکانوں کے مالک اور تاجر بن گئے۔ یہ مقامی سطح کے بے روزگار نوجوانوں کو روزگار اور معاشی ترقی کے لیے ایک بہترین موقع تھا۔ جس علاقے میں اس شہر کا نقشہ بنایا گیا تھا، اس کا نام شور عرب ہے۔ یہ علاقہ ضلع درقد میں واقع ہے۔ تاہم وہ بازار قلعہ جنگی اور خواجہ بہاؤالدین جیسے اضلاع کے باشندوں کے لیے بھی قریب پڑتا ہے۔ شور عرب میں جدید بازار کی بنیاد رکھنے کے بعد بہت تیزی سے اس کا تعمیراتی کام شروع ہو گیا۔ چند ماہ کے دوران ایک ہزار سے زائد آر سی سی دکانیں تعمیر ہو گئی تھیں۔ خرید و فروخت کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ علاوہ ازیں دیگر مارکیٹوں کا تعمیراتی کام بھی تیزی سے جاری تھا۔ جب کہ اس شہر میں مسجد، اسکول، کلینک، پارک اور دیگر عوامی افادیت کی ضروری تعمیرات کے لیے جگہ مختص کر کے کچھ کا تعمیراتی کام بھی شروع تھا۔ اس شہر میں روزانہ ہزاروں افراد کی آمد و رفت رہتی تھی۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ شہر ترقی کر رہا تھا۔

اس شہر کی خاص بات یہ تھی کہ یہاں امارت اسلامیہ کا کنٹرول تھا۔ سرکاری فورسز نے اس شہر اور علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے فوجی آپریشن شروع کیا۔ مجاہدین نے عوام کے جان و مال کے تحفظ کی خاطر مزاحمت نہ کی اور حکمتِ عملی کے تحت اس علاقے سے مزاحمت کے بغیر پسپا ہو گئے۔ جب کٹھ پتلی فورسز اس علاقے میں داخل ہو گئیں تو انہوں نے شور عرب میں واقع نیا شہر مسمار کر دیا۔ تقریباً ایک ہزار دکانوں، بازاروں، مساجد، ہسپتالوں اور دیگر عوامی سہولیات کے حامل مقامات کو تباہ کر دیا۔ بازار کو کھنڈر بنا دیا۔ غریب لوگوں کو کروڑوں کا نقصان پہنچایا۔ یہ افغان فوج کی جانب سے پہلا واقعہ نہیں ہے۔ افغانستان میں جہاں جہاں مجاہدین کا کنٹرول ہے، قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کی جانب سے وہاں کے بازاروں، اسکولوں، مدارس اور ہسپتالوں کو جان بوجھ کر تباہ کیا جاتا ہے۔

مجاہدین گزشتہ 23 سالوں سے افغانستان کی سیاست میں داخل ہیں۔ افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد 17 سالوں کے دوران کٹھ پتلی حکومت کے خلاف منظم متوازی نظام کے طور پر مقابلہ کر رہے ہیں۔ افغانستان کے نصف سے زائد رقبے پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے۔ 30 جنوری کو افغانستان میں بی بی سی کے دفتر نے ایک سروے رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق امارت اسلامیہ افغانستان کے ستر فیصد علاقوں پر کنٹرول کیے ہوئے ہے۔ بی بی سی سروے کے اعداد و شمار کے مطابق افغانستان کے 70 فیصد علاقوں میں مجاہدین سرگرم ہیں۔ افغان حکومت کی عمل داری کابل اور دیگر چند علاقوں تک محدود ہے۔ بی بی سی کی تحقیق کے مطابق افغانستان میں امریکا کے زیرِ قیادت اتحادی فوج نے جس امارت اسلامیہ کو شکست دینے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کیے ہیں، وہ اب افغانستان کے ستر فیصد علاقوں میں کھلے عام سرگرم ہے۔

افغانستان کے طول و عرض میں کئی ماہ تک جاری رہنے والی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اِس وقت 14 اضلاع پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے۔ جب کہ 326 اضلاع ایسے ہیں، جہاں وہ سرگرم ہے۔ یہ تحقیق 2017 کے اواخر میں کی گئی تھی۔ جس سے افغانستان کے ہر ضلع میں 23 اگست سے 21 نومبر تک سکیورٹی کی صورت حال واضح ہوتی ہے۔ بی بی سی کے نامہ نگاروں نے تحقیق کے دوران 399 اضلاع میں 1200 سے زائد مقامی افراد سے بات کی، تاکہ اس عرصے کے دوران مجاہدین کے حملوں کی جامع تصویر پیش کی جا سکے۔ یہ گفتگو بالمشافہ ملاقات میں یا پھر ٹیلی فون پر ہوئی۔ اس سے حاصل ہونے والی معلومات کی کم از کم دو دیگر ذرائع سے بھی تصدیق کروائی گئی۔ بی بی سی سروے کے نتائج کے مطابق افغانستان کے ڈیڑھ کروڑ افراد ایسے علاقوں میں مقیم ہیں، جہاں امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے یا وہاں مجاہدین کھلے عام موجود اور تواتر سے حملے کر رہے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے زیرِ کنٹرول نصف سے زائد علاقوں میں بہت سے شہر آباد ہیں، جہاں لوگ تجارت اور خرید و فروخت کرتے ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر کاروبار اور تجارتی معاملات کیے جاتے ہیں۔ حال ہی میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے ان

ع لاقوں میں عوامی افادیت کے حامل مقامات کو مسمار کرنے اور تباہ کرنے کا منظم سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ امریکا اور کابل حکومت کی جانب سے امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول شہروں کو تباہ کرنے کا سلسلہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں سوسال پہلے بازار تعمیر کیا گیا تھا۔ گزشتہ پندرہ برس کے دوران اس بازار میں بہت سی نئی دکانیں اور پلازے تعمیر کیے گئے تھے۔ جب گزشتہ سال موسم بہار میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز اس ضلع اور شہر سے پسپا ہوئیں تو انہوں نے انخلا کے ساتھ ہی سنگین کے واحد بازار کو ایک منصوبے کے تحت تباہ کر دیا۔ انہوں نے بازار پر شدید وحشیانہ بمباری کر کے ہزاروں دکانوں، سرکاری عمارتوں اور عوامی افادیت کے حامل کئی مقامات کو تباہ کر کے کھنڈر بنا دیا تھا۔ ضلع سنگین کی اس تاریخی عمارت کو بھی تباہ کر دیا گیا، جو ایک صدی قبل افغانستان میں تاریخی اہمیت کی حامل اور شہنشاہیت کی علامت تھی۔ امریکی فوج نے سنگین میں ان تمام عمارات اور بازاروں کی دیواریں بھی تباہ کر دیں، جو خود انہوں نے یہاں صوبائی تعمیراتی پروگرام کے تحت گزشتہ چند سالوں میں تعمیر کی تھیں۔

ضلع سنگین سے پسپائی کے بعد شہر کو کھنڈر بنانے سے امریکا نے افغان عوام کو یہ پیغام دیا کہ وہ افغانستان کی تعمیر نو اور ترقیاتی منصوبے اُن کی حکمرانی سے مشروط ہیں۔ جس دن ہم افغانستان سے نکل جائیں گے تو ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ان تمام منصوبوں اور تعمیراتی کاموں کو تباہ کر دیں، جو ہم نے اپنے دور حکمرانی میں تعمیر کیے تھے۔ سنگین بازار کی تباہی کے بعد امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے پچھلے چند ماہ میں صوبہ ہلمند کے دیگر اضلاع میں بھی کئی بازار تباہ کر دیے ہیں۔ ضلع موسیٰ قلعہ میں کٹھ پتلی فورسز اور امریکی کمانڈوز نے فضائی کارروائی کے دوران 'خوبصورت بازار' کے نام سے مرکزی شہر کو تباہ کر دیا۔ اسی طرح ضلع گرمسیر میں دوشنبہ بازار کو بھی مسمار کر دیا گیا۔ ہلمند کے جنوب میں ضلع دیشو میں واقع رباط بازار پر امریکی بی باون طیاروں نے شدید بمباری کر کے شہر کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ جس میں کروڑوں روپے مالیت کا سامان جل کر خاکستر ہو گیا۔ ان تجارتی مارکیٹوں اور بازاروں کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں واقع تھیں۔

امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں بازاروں سمیت کلینک اور صحت کے مراکز بھی امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کے نشانے پر ہیں۔ صوبہ میدان وردگ میں وادی تنگی کا علاقہ گزشتہ دس سال سے امارت کے کنٹرول میں ہے۔ اس علاقے کے لوگ غریب کسان ہیں۔ ریڈ کراس نے اس علاقے کے عوام کے لیے ایک طبی مرکز قائم کیا تھا۔ کچھ عرصہ قبل امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے اس کلینک پر چھاپہ مار کر اس کا تمام طبی ساز و سامان لوٹ لیا۔ بعد ازاں کلینک بموں سے اڑا کر تباہ کر دیا۔ علاوہ ازیں گزشتہ سال صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلگہ میں بھی اجرتی فورسز نے ایک کارروائی میں ایک کلینک کو اس جرم کی پاداش میں مسمار کر دیا کہ وہ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقے میں تھا۔

صوبہ پکتیکا کا ضلع گیان بھی ان علاقوں میں ہے، جن کا کنٹرول امارت اسلامیہ کے پاس ہے۔ ایک غیر ملکی ادارے نے اس علاقے کے غریب عوام کے علاج کے لیے ایک ہسپتال بنایا۔ کچھ عرصہ قبل قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے اس علاقے پر چھاپے کے دوران مذکورہ کلینک بھی بموں سے اڑا کر تباہ کر دیا۔ صوبہ بادغیس کا شمار بھی افغانستان کے پسماندہ علاقوں میں ہوتا ہے۔ اس صوبے کے لوگ نہایت غریب ہیں۔ انہیں بنیادی طبی خدمات تک رسائی نہیں ہے۔ اُنہیں ابتدائی طبی امداد کے لیے کسی دوسرے علاقے میں جانا پڑتا ہے۔ ایک غیر ملکی خیراتی تنظیم نے ضلع غورماچ کے غریب لوگوں کے علاج و معالجے کے لیے ایک کلینک تعمیر کیا، جسے امریکی طیاروں نے بمباری کر کے تباہ کر دیا۔

امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول تقریباً نصف افغانستان کے باشندوں کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جب کٹھ پتلی فورسز ان علاقوں میں پیش قدمی کرتی ہے تو وہاں کے اسکولز، مدارس اور تعلیمی اداروں کو چیک پوسٹیں بنا دیتی ہے۔ قندحار کے جنوبی اضلاع پنجوائی، ژڑی اور ارغنداب پر مجاہدین کا کنٹرول تھا۔ جب ان اضلاع پر افغان حکومت نے قبضہ کیا تو لیویز اہل کاروں کو بیشتر تعلیمی اداروں میں تعینات کیا گیا۔ ان اضلاع میں 30 سے زائد اسکولوں کو چیک پوسٹیں بنا دیا گیا۔ سرکاری سکیورٹی اداروں کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ ان علاقوں میں نئی چوکیوں اور فوجی اڈوں کے قیام کے لیے ان کے پاس رقم نہیں ہے۔ اس لیے وہ اسکولوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسکولوں کی عمارات کی تعمیر آر سی سی ہوتی ہے۔ ان پر ہلکے ہتھیاروں کی فائرنگ کا زیادہ اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے کٹھ پتلی فورسز ان عمارتوں کو زیادہ ترجیح دیتی ہے۔ اس کا منفی نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں بچے اپنے بنیادی 'حق تعلیم' سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ جنگ زدہ علاقوں میں ناخواندگی کی شرح زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔

سرکاری فورسز اور امریکا کی طرف سے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں بازاروں، مارکیٹوں، کلینکس اور اسکولوں کو تباہ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امریکی اور کٹھ پتلی حکمران افغانستان کے نصف سے زائد علاقوں کے عوام کے حقوق تسلیم نہیں کرتے۔ مارکیٹ، کلینک اور اسکول جہاں بھی ہو اور جس کے زیر کنٹرول علاقے میں ہو، عوام کی ملکیت ہے۔ عوامی افادیت کے طور پر ان کا تحفظ سب کی ذمہ داری ہے۔ ان مقامات کی تباہی دراصل عوام سے ان کی زندگی کا حق چھیننے کے مترادف ہے۔ حکومتی رٹ سے باہر نصف سے زائد علاقوں کی عوام کو کم از کم یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی محنت اور پسینے سے دکانیں اور بازار تعمیر کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے دو وقت روٹی کا بندوبست کریں۔ بازاروں کی تباہی اور اسکولوں پر قبضہ نہ صرف غیر اسلامی اور غیر قانونی اقدام ہے، بلکہ مہذب دنیا میں بھی ناجائز اور ظالمانہ حرکت ہے۔ اگر افغانستان بھر کے عوام کی دکانوں، کلینکس اور عوامی افادیت کے مقامات کی تباہی کا سلسلہ نہ روکا گیا تو اس سے غریب عوام کے مسائل اور مشکلات میں مزید اضافہ ہوگا۔

حالیہ دھماکوں سے دشمن کا نقصان

موسیٰ فرہاد

افغانستان کے مختلف علاقوں میں مجاہدین کے حالیہ حملوں خصوصاً کابل میں کانٹی نینٹل ہوٹل اور وزارت خارجہ کی پرانی عمارت میں کامیاب دھماکے ہوئے، جن میں افغان وغیر ملکی فوج کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ان حملوں کی وجہ سے بیرونی و داخلی فوج کافی متاثر ہوئی ہے۔ ان حملوں نے کاری ضرب لگائی ہے۔ ٹرمپ سے لے کر کابل انتظامیہ کے ادنیٰ اہل کار تک سبھی خوف اور بے چینی سے دوچار ہیں۔ وہ کسی طور نارمل اور متوازن لوگ نہیں لگتے۔ مجاہدین کی ان حملوں کے رد عمل میں ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک ٹویٹ میں صلح اور مذاکرات کو یکسر مسترد کرتے ہوئے افغان جنگ کو طول دینے کا اعلان کیا تو دنیا کے سامنے امریکا کا ناپاک چہرہ مزید واضح ہو گیا۔ بعد ازاں ایوان صدر کی کٹھ پتلی انتظامیہ نے بھی مذاکرات کے خاتمے اور جنگ جاری رکھنے کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ یہ لوگ سترہ سال سے مذاکرات اور صلح کے نام پر عوام کو دھوکہ دیتے رہے ہیں۔ اس سے امریکا کی دو رخی اور کابل انتظامیہ کی نااہلی دنیا کے سامنے عیاں ہو گئی ہے۔

حالیہ حملوں نے غاصب اور ان کی کٹھ پتلی فوج کو اتنا متاثر کیوں کیا؟ حقیقت یہ ہے کہ کانٹی نینٹل ہوٹل پر دھماکہ یا وزارت خارجہ پر حملہ اگرچہ ظاہراً ایک عام حملہ تھا، لیکن در حقیقت یہ داخلی و بیرونی فوج کے لیے ایسی کاری ضرب تھی کہ وہ اس کے اثرات ایک زمانے تک محسوس کریں گے۔ جس تعداد میں ان کا جانی نقصان ہوا، اس سے کہیں زیادہ بین الاقوامی سطح پر ان کی سیاسی حیثیت کو نقصان پہنچا ہے۔ اُن کی سیاسی و عسکری مہارتوں پر سوالات اٹھنے لگے ہیں۔ جب چھ ماہ قبل امریکا نے نئی جنگی حکمت عملی کا اعلان کیا تو اس پر کٹھ پتلی انتظامیہ نے خوش آمدید کہا تھا۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ گویا بہت بڑی کامیابی ہاتھ آئی ہے۔ کیوں کہ گزشتہ چھ ماہ کے دوران ڈرون طیاروں کے ذریعے سیکڑوں حملے کیے گئے تھے۔ مختلف ناموں اور بہانوں کے ذریعے سیکڑوں افغانوں کو تہ تیغ کیا گیا، تاکہ اس عمل کے ذریعے عوام کو ڈرایا جائے۔ انہیں جہاد کے مقدس عمل سے دور کیا جائے۔ دشمن اپنے حملوں کے بعد غلام میڈیا کے ذریعے خبر چلاتا ہے کہ مرنے والے سبھی دہشت گرد تھے۔ اب وہ امریکا اور اتحادیوں پر حملوں کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ وغیرہ

مگر انہیں یہ بھی علم نہیں کہ مجاہدین تکنیکی لحاظ سے اُن سے کئی گنا زیادہ ماہر جنگ ہیں۔ وہ کسی بھی پیشہ ور جنرل سے کم نہیں ہیں۔ وہ عین موقع پر جنگی حکمت عملی ترتیب دے سکتے ہیں۔ کابل کے حالیہ دھماکے اس کی مثال ہے۔ ان حملوں کی حکمت عملی دیکھ کر دنیا کے ماہر اور تجربہ کار جنرلز بھی دنگ رہ گئے تھے۔ کانٹی نینٹل ہوٹل کا دھماکہ ہو یا وزارت خارجہ کی عمارت پر فدائی حملہ، اگرچہ میڈیا نے اسے غیر محارب قوتوں پر حملہ قرار دے کر امارت اسلامیہ کی حیثیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دشمن اپنے حساس مقامات کے تحفظ میں ناکام رہا ہے۔ حالانکہ وہاں افغان وغیر ملکی سیکورٹی گارڈ ہر وقت جدید اسلحہ سے لیس موجود ہوتے ہیں۔ ان مقامات کی ہر دم کمپیوٹرائزڈ مانیٹرنگ بھی کی جاتی ہے۔ دوسری طرف مغرب اور میڈیا مسلسل یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ مجاہدین اب مزید مقابلے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ایسے دعوؤں کے باوجود مجاہدین کے کامیاب حملوں نے دشمن کی بین الاقوامی سطح پر ساکھ بری طرح متاثر کی ہے، یہ اس کے لیے موت سے کم نہیں ہے۔

عیسائیت کے وفادار مہرے

خلیل عزم

کابل انتظامیہ کے کٹھ پتلی سربراہ نے گزشتہ ماہ صلح شوری کے سامنے اپنی گفتگو میں کہا 'صلح صرف اس فریق کے ساتھ کرنی چاہیے، جو ان کے سامنے سرنگوں ہو۔ البتہ صلح کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ ہم سب کچھ بھول جائیں گے۔ انتقام لینا بہر حال اولین ترجیح ہے۔' یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ موجودہ مخلوط حکومت کا ہدف امریکا کے جنگی مقاصد کو وسعت دینا ہے۔ اُس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ امریکا کے تمام جرائم پر پردہ ڈالا جائے۔ اس وقت امریکا اور اتحادیوں کی پوری کوشش ہے کہ اشرف غنی کی اسلام دشمنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے ذریعے افغان قوم کو چند اقتصادی پروجیکٹس کے سبز باغ دکھا کر اُن کے ایمان پر حملہ کیا جائے۔ غاصب فوج کے خلاف افغانوں کی مثالی مقاومت ہمسایہ ملک پاکستان کی جھولی میں پھینک کر اور یہ تاثر دیا جائے کہ افغانوں میں بیرونی فوج کے مقابلے کی سکت نہیں ہے۔ اگر وہ کسی جنگ میں کامیاب ہوئے ہیں تو یہ پاکستان کی کارستانی ہے۔

اسی لیے امریکی حکومت نے اپنی قوم کو یہ باور کرانے کے لیے کہ اس کی جنگ بے کار نہیں ہے، افغانستان کی صدارت ایک ایسے شخص کو سونپ رکھی ہے، جو شکل اور لباس سے افغان ہے۔ البتہ سوچ، فکر، نظر اور عمل کے اعتبار عیسائیت سے وفاداری نبھا رہا ہے۔

اشرف غنی کی عیسائیت کے لیے خدمت کی اس سے واضح مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ انہوں نے ایک عیسائی خاتون سے شادی کر رکھی ہے۔ اگر وہ سو فیصد عیسائیت کے لیے کام نہیں کرتے تو پچاس فیصد ضرور کرتے ہیں۔ افغانستان کی تاریخ میں کوئی گرجا گھر نہیں تھا۔ اشرف غنی نے ایوان صدر میں اپنی اہلیہ کے لیے ایک کلیسا تعمیر کیا۔ اگر ایک شخص اس حد تک عیسائیت اور امریکا کی وفاداری میں آگے جا چکا ہے تو ایسے شخص کو مظلوم افغانوں کے مسائل اور ان اقدار کی کیا فکر ہو سکتی ہے؟

اگر اشرف غنی اپنے عوام کے ساتھ کچھ بھی ہمدردی رکھتے تو وہ اپنے منصب کا لحاظ کرتے۔ ان کے منصب کا تقاضا تو صلح اور مفاہمت ہے، جسے انہوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔

اشرف غنی کی گفتگو سے یہی واضح ہو رہا ہے کہ وہ اور ان کے آقا صلح کی باتیں جنگ کو طول دینے کے لیے کر رہے ہیں۔ جن لوگوں کو صلح کا مینڈیٹ دیا ہے، انہیں بھی یہی ہدایات ہیں کہ صلح کی اس طور کوشش کی جائے، جو امریکا کے مفادات کے تابع ہو۔

امریکا اور اس کی کٹھ پتلی مزدور انتظامیہ یاد رکھے کہ افغانستان کی جنگ طاقت کے ذریعے ہرگز نہیں جیتی جاسکتی۔ یہ منطق اور عقل کے مطابق نہیں ہے کہ ہزاروں کلومیٹر دور سے آکر افغان عوام پر گولہ و بارود برسا کر یہ طمع رکھی جائے کہ اس کے خلاف جہاد اور مزاحمت نہ کی جائے۔

جہاد اللہ تعالی کا حکم ہے

محمد افغان

موجودہ زمانے کے بہت سے مسلمان جہاد جیسے مسائل کے بارے میں خود ساختہ خیالات پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ 'جنگ ختم ہونی چاہیے۔ ہم کب تک مارے جائیں گے؟ کب تک بے گھر رہیں گے؟ یہ مسائل کب تک یوں ہی رہیں گے؟ اصولِ فقہ کے علماء کہتے ہیں کہ 'جہاد قبیح لنفسہٖ اور حَسَنٌ لغیرہٖ ہے۔ یعنی جنگ بذاتِ خود بُرا عمل ہے۔ البتہ جنگ کے اچھا اور بُرا ہونے میں بنیادی چیز 'مقصدِ جنگ' ہے۔ جب ایک مسلمان اللہ تعالی کا نام بلند کرنے کے مقصد سے جنگ کرتا ہے تو فرض احکامات کے بعد اس جیسے عمل کی فضیلت سے بڑھ کوئی عمل نہیں۔ جہاد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالی کے احکامات کو صدقِ دل سے قبول کیا جائے۔ مخلوق اللہ تعالی کی عیال کے مانند ہے۔ اللہ تعالی اپنی تمام مخلوقات پر نہایت مہربان ہے۔ اللہ تعالی ہر چیز کے بارے میں سب سے زیادہ عالم اور باخبر ہے۔ وہ ہر چیز کے انجام کو جانتا ہے۔ اللہ تعالی نے مؤمنوں کو جہاد کے حوالے واضح فرمایا ہے:

'كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ' (البقرۃ: 216)

تم پر (دشمنوں سے) جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے اور وہ تم پر گراں ہے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور اصل حقیقت تو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالی نے مذکورہ آیت میں اپنے بندوں سے فرمایا ہے کہ آپ جہاد کے پُرکشش نتائج کے بارے میں نہیں جانتے۔ اللہ تعالی اس بارے میں اچھی طرح جانتا ہے۔ اللہ تعالی کے علم کے مطابق جہاد آپ کے لیے باعثِ خیر ہے۔ اگر تم نے جہاد کا فریضہ ترک کر دو تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان اللہ تعالی کے تمام احکامات کو بلاچوں وچراں اور تمام تر مشکلات کے باوجود قبول کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی نے ہمیں جہاد کے نتائج، کامیابی اور ناکامی کا مکلف نہیں بنایا۔ نہ ہی کسی خاص مدت تک جہاد کرنے کے لیے پابند کیا ہے۔ اگر کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ شریعت کے احکامات سے باخبر ہے۔ اللہ تعالی اور اس کے علم، قدرت، مدد اور وعدوں پر یقین رکھتا ہے تو اُس کی ذمہ داری جہاد کے تسلسل اور مشکلات کے بارے میں سوچنا نہیں ہے۔ اُس کی ذمہ داری صرف جہاد کا فریضہ انجام دینا ہے۔ جہاد میں اس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

چوں کہ فی زمانہ مجاہدین کا طبقہ جہاد کی راہ میں سب سے زیادہ تھکا ہوا ہے۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں ہر قسم کی مشکلات سہنے کا انتخاب کیا ہے۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ وہ اللہ کے حکم کی بجاآوری کے لیے شہادتوں اور قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کر رہے ہیں۔ بے گھر ہوئے ہیں۔ ان کے خاندان کے لوگ مشقت کا شکار ہیں۔ طاغوتی قوتوں کی وحشیانہ بمباریوں، چھاپوں اور ہر قسم کے مظالم کا سامنا کر رہے ہیں۔ وہ اس کے باوجود اللہ تعالی کا عائد کردہ فریضہ ترک نہیں کر رہے۔ وہ اب بھی جہاد جاری رکھنے پر زور دے رہے ہیں۔ ان کے عزم کو سلام ہے کہ انہوں نے عالمی استعماری قوتوں کے آگے سر جھکانے کے بجائے سر اُٹھا کر جینے کو ترجیح دی۔ وہ اللہ تعالی کی رضا کے حصول اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے جان، مال، دولت اور خاندان کو قربان کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ اس لیے دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔ یہ باتیں وہ لوگ بآسانی سمجھ سکیں گے، جو اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات پر یقین رکھتے ہوئے اس کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ جو لوگ نفاق کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالی کے احکامات کی تعمیل نہیں کرنا چاہتے، وہ تاویلات کریں گے۔ باتوں سے باتیں نکالیں گے۔ اپنی جانب سے دلائل تراشتے اور سورج کو دو انگلیوں سے چھپانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ایسے لوگ شروع سے جہاد کے مخالف تھے۔ ایسے لوگوں کو اہمیت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں نظر انداز کرنا ہی اُن کا حق ہے۔

بی بی سی اور سچ !!

اتل فرہاد

جب سے امریکا نے افغانستان پر جارحیت کی ہے، تب سے عالمی میڈیا نے نشریاتی میدان میں فکری، عقیدے اور سیاسی حوالے سے مسلسل جارحانہ حملوں کا آغاز کر دیا ہے۔ یہ ادارے امریکی عزائم کے دفاع اور پروپیگنڈے میں امریکا سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ گزشتہ 16 سالوں میں عالمی میڈیا نے صلیبی فوج کی خدمت کے لیے ایک بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ ہمیشہ واضح حقائق مسخ کرنے اور سفید کو سیاہ کہنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں بھی جارحیت پسند جاتے ہیں، عالمی میڈیا عوام کا ذہن بناتا ہے۔

عوام کو مغرب کے عسکری غلبے اور برتری سے مرعوب کرتا اور امریکا و یورپ کو روشنی کے بلند مینار ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ درحقیقت میڈیا کی اِن کوششوں کے پیچھے مغرب کا منظم طریقہ کار موجود ہے۔ اسی لیے دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی ممالک اور اقوام نے یہ فیصلہ کیا کہ اب دیگر ممالک پر قبضے کے لیے بھیجی جانے والی فوجی تعداد کم کر دی جائے گی۔ اب میڈیا کے ذریعے ان ممالک کو اپنا تابع بنایا جائے گا۔ اس کے بعد اگر ضرورت پڑی تو فزیکلی جارحیت کی جائے گی۔

اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے امریکا نے افغانستان پر حملے کا ارادہ کیا۔

میڈیا کی یہ ذمہ داری لگائی گئی مجاہدین کے خلاف اتنا پروپیگنڈا اور جھوٹ بولا جائے کہ دنیا کے ہر شخص کو یقین ہو جائے کہ امریکا کا ہر عمل انسانی حقوق کے دفاع کے لیے ہے۔ اُس کا مقصد افغان عوام کو نجات دینا ہے۔ وہ یہاں تعمیر نو کرنا چاہتا ہے۔ اس پروپیگنڈے میں بی بی سی ریڈیو سب سے آگے تھا۔ اس نے مجاہدین کے خلاف اور امریکا کے مفاد میں اتنا جھوٹ بولا کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بی بی سی اپنے ذرائع سے امریکی اہداف کو بیان کرتے ہوئے یہ تصور دے رہا تھا کہ امریکا کے آتے ہی سارا خطہ گلزار بن جائے گا۔ افغانستان ترقی میں جاپان کو بھی پیچھے چھوڑ جائے گا۔ اس طرح جھوٹ کے سبز باغ افغان عوام اور عالمی دنیا کو دکھائے گئے۔ جس وقت امریکا نے حملہ کیا، بی بی سی نے باقاعدہ امریکی جارحیت کا ساتھ دیا اور قدم قدم پر امریکا کے وحشیانہ اقدامات کی حمایت کی۔ اُس کی اہداف تک رسائی کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ بمباری سے ہونے والے عوامی نقصانات چھپا کر مجاہدین کے ہونے والے نقصانات میں بہت حد تک نفرت آمیز مبالغہ کیا گیا۔

> بی بی سی کا کہنا ہے کہ ایک تحقیق میں یہ ثابت ہوا ہے کہ افغانستان کی ستر فیصد زمین پر امارت اسلامیہ کا اثر و رسوخ ہے۔ بی بی سی کے مطابق مجاہدین نے یہ پیش رفت ایسے حالات میں کی ہے کہ امریکا اور اس کی اتحادی گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے مجاہدین کو ختم کرنے کے لیے اربوں ڈالر لگا چکے ہیں۔

امریکا اور مجاہدین کے درمیان تاریخ کی طویل ترین جنگ میں بی بی سی امریکا اور عالمی طاقتوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ عالمی فوج کی افغان عوام کے خلاف بمباری

، تشدد، گھروں کی تباہی، بچوں اور بوڑھوں سمیت سب کو بلا امتیاز شہید کرنے کو بی بی سی نے دہشت گردی کے خلاف جنگ قرار دیا۔ بی بی سی من وعن امریکی وحشت اور مظالم کی تعریف کرتا رہا۔ اس کی کامیابی کے لیے اتنا ہی بے قرار رہا، جتنا کہ خود امریکا! بی بی سی نے اس تمام عرصے میں دنیا کو امریکی مظالم سے غافل رکھنے کی کوشش کی۔

جب کہ حال ہی میں بی بی سی نے اپنی منافقانہ روایت سے ہٹ کر ایسی رپورٹ نشر کر دی، جس نے ہم جیسے بہت سے سننے والوں کو حیران کر دیا کہ 'بی بی سی اور سچ!' یہ تو آگ اور پانی کا جوڑ ہو گیا۔ بی بی سی کی رپورٹ تھی کہ 'افغانستان کی ستر فیصد زمین پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔'

بی بی سی کی رپورٹ اس حوالے سے حیران کن نہیں کہ اس نے اس میں مبالغے سے کام لیا ہے، بلکہ اس لیے کہ بی بی سی تو سچ نہیں بولتا، پھر یہ کیسے بول دیا۔ پھر بھی مجاہدین کے لیے یہ ایک تسلی بخش خبر ثابت ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ یہ مجاہدین کے کسی ذریعے نے نہیں، بلکہ خود اس ادارے نے ترتیب دی ہے، جو 16 سال کی جنگ میں امریکا کا پٹھو رہا ہے۔

بی بی سی کا کہنا ہے کہ ایک تحقیق میں یہ ثابت ہوا ہے کہ افغانستان کی ستر فیصد زمین پر امارت اسلامیہ کا اثر ورسوخ ہے۔ بی بی سی کے مطابق مجاہدین نے یہ پیش رفت ایسے حالات میں کی ہے کہ امریکا اور اس کی اتحادی گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے مجاہدین کو ختم کرنے کے لیے اربوں ڈالر لگا چکے ہیں۔

یہ رپورٹ 2017 میں 23 اگست سے 21 ستمبر تک افغانستان کے 399 اضلاع میں بی بی سی کے نمائندوں نے 1200 مقامی ذرائع سے بات چیت کے بعد تیار کی ہے۔ اس دورانیے میں ہونے والے حملوں کا جائزہ لیا اور پھر حاصل ہونے والی معلومات کے حوالے سے 2 تا 6 ذرائع سے اس کی تائید حاصل کی گئی۔ کچھ واقعات میں بی بی سی کے صحافی گاڑیوں اور بسوں کے اڈوں پر بھی گئے، تاکہ دور دراز کے دیہاتوں سے آئے ہوئے لوگوں سے بات چیت کر کے تحقیقات کی جا سکیں۔ رپورٹ کے آخر میں بتایا گیا کہ 15 ملین افراد، اُن علاقوں میں رہتے ہیں، جو مجاہدین کے واضح کنٹرول میں ہیں یا وہاں مجاہدین سرعام گھومتے پھرتے ہیں۔ بی بی سی کی جانب سے ہونے والی تحقیق بتاتی ہے کہ اب 14 اضلاع کا مکمل اختیار مجاہدین کے ہاتھ میں ہے، جو کہ افغانستان کا 4 فیصد ہیں۔ 66 فیصد حصے پر مشتمل 263 اضلاع وہ ہیں، جہاں مجاہدین فعال، واضح اور فیزیکلی وجود رکھتے ہیں۔ یہ مجاہدین کے حوالے سے پرانے اندازوں اور معلومات سے بہت بلند ہے۔ رپورٹ میں مجاہدین کے مالی ذرائع کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں، تاجروں اور دیگر لوگوں سے ٹیکس لے کر اپنے جنگی اخراجات پورے کرتے ہیں۔

بلاشبہ درجہ بالا رپورٹ بڑی حد تک حقیقت پر مبنی، عالمی طاقتوں اور کابل انتظامیہ کے مجاہدین کے حوالے سے جھوٹے دعوؤں کا اچھا جواب ہے۔ امریکا اور اس کے سہارے کھڑی حکومت گرنے اور منتشر ہونے کے قریب ہے۔ اس کے مقابلے میں مجاہدین بہت بلند حوصلے کے ساتھ قدم قدم پر کامیابیاں سمیٹ رہے ہیں۔ دشمن پر زندگی کا دائرہ تنگ کر رہے ہیں۔

وہ وقت قریب ہے کہ بی بی سی جیسے دیگر عالمی ادارے بھی حقائق تسلیم کرنے لگیں۔ امید ہے وہ افغانستان میں جاری اس غیر قانونی جنگ کے حقائق دنیا کے سامنے پیش کر دیں گے۔

فراہ اور تخار میں کامیاب کارروائی

معین احمد معین

قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے ٹرمپ کی پالیسی کے اعلان کے بعد مجاہدین اور ان کے زیر کنٹرول علاقوں پر اتنے حملے کیے کہ عسکری نکتہ نظر سے مجاہدین کو صفحہ ہستی سے مٹ جانا تھا۔ تاہم اتنے حملوں کے باوجود نہ صرف مجاہدین فعال اور سرگرم ہیں، بلکہ ان کی فعالیت میں اضافہ ہوا ہے۔ امریکی اور کٹھ پتلی فورسز کو منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالی کی مدد کا واضح ثبوت ہے۔

ایسا ایک واقعہ فراہ میں پیش آیا، جس نے دشمن کو ہلا کر رکھ دیا۔ وزارت دفاع کے ترجمان نے میڈیا کا سامنا کرنے اور اس واقعے میں ہلاک فوجیوں کی تعداد بتانے سے گریز کیا۔ منصوری آپریشن کے سلسلے میں اس کامیاب کارروائی میں صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے علاقے تپہ سادات میں مجاہدین نے دشمن کی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کم از کم 53 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ بھاری مقدار میں ہتھیار اور گولہ بارود بھی غنیمت کیا گیا۔ اس کارروائی میں دشمن کے متعدد ٹینک اور فوجی گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔ جب کہ زندہ بچ جانے والے ہلاک شدہ اہل کاروں کی لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

اسی طرح اس کامیاب کارروائی سے دو دن پہلے شمالی صوبے تخار کے ضلع خواجہ غار میں بھی مجاہدین نے دشمن کی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی اڈہ اور 12 چوکیاں فتح ہوئیں۔ جب کہ اس کامیاب کارروائی میں دشمن کے 107 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے وسیع علاقے پر اپنا کنٹرول قائم کیا اور کٹھ پتلی فورسز کو پسپا کر دیا۔ دشمن نے مجاہدین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے اپنی بھرپور طاقت کا استعمال کیا، لیکن نہ صرف اسے ناکامی کے بعد شدید مایوسی ہوئی، بلکہ مجاہدین نے کامیاب حملوں کے نتیجے میں پیش رفت بھی کی اور کئی علاقوں میں درجنوں چوکیاں فتح کر لیں۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ بزدل اور ناکام دشمن سول آبادی کو نشانہ بنا رہا ہے۔ شہریوں کے قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے۔ رات کی تاریکی میں نہتے شہریوں کے گھروں پر چھاپے مارے جاتے ہیں۔ مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں کے رہائشی دشمن کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ دشمن مختلف علاقوں میں مختلف ناموں کے تحت خصوصی آپریشن کر رہا ہے۔ مجاہدین طویل جہادی تجربے کی بدولت دشمن کی کارروائیوں کے دوران اپنی حفاظت کے لیے نئی حکمت عملی سے کام لے رہیں۔ اللہ کے فضل سے مجاہدین محفوظ اور دشمن کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ وہ جدید ہتھیاروں سے لیس افغان کمانڈوز کو قتل اور پسپا کر رہے ہیں۔

ہم پر امید ہیں کہ موسم بہار کی آمد پر نئے آپریشن کے اعلان اور موسمی حالات ٹھیک ہونے کے ساتھ ہی مجاہدین کی کارروائیوں میں شدت آئے گی۔ ہر جگہ بہادر مجاہدین دشمن پر ٹوٹ پڑیں گے۔

کابل انتظامیہ مذاکرات کی اہل نہیں

محمد ہیواد ریان

امن افغانستان کے ہر فرد کی ضرورت ہے۔ یہ امن مجاہدین اور کابل انتظامیہ کی بھی ضرورت ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ امن کے لیے کردار ادا کریں۔ قوم دونوں طرف سے جنگ کا شکار ہے۔ مجاہدین نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ جنگ کے اصل فریق امریکا کے ساتھ مذاکرات کریں گے۔ افغان حکومت کے ساتھ اس لیے بات نہیں کی جاسکتی کہ اُس کی صلاحیت اور اختیار امریکا کے پاس ہے۔ موجودہ جنگ امریکا نے شروع کی ہے۔ یہ جنگ مجاہدین کا انتخاب نہیں، بلکہ ان پر مسلط کی گئی ہے۔

مجاہدین نے 26 فروری کو امریکی عوام، کانگریس اور پالیسی سازوں کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کا مطالبہ تھا۔ مجاہدین کا خط وسیع پیمانے پر شائع ہوا اور عالمی میڈیا میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ کابل میں چند حملوں کے بعد امریکی صدر اور وزیر دفاع نے مجاہدین کے ساتھ امن مذاکرات کو مسترد کر دیا۔ چند گھنٹوں کے بعد افغان حکومت نے بھی ٹرمپ کی اقتداء میں مجاہدین کے ساتھ مذاکرات نہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ مجاہدین نے چند دن بعد ایک بار پھر امریکا کے ساتھ براہ راست بات چیت شروع کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ امریکی حکام نے بھی کہا کہ ہم مجاہدین سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی حکام کے اعلان کے بعد کٹھ پتلی صدر نے بھی کہا کہ وہ غیر مشروط طور پر مجاہدین سے بات چیت کے لیے تیار ہیں۔

کابل میں منعقد 'امن و سکیورٹی کانفرنس' میں افغان حکام کے علاوہ امریکا، نیٹو، روس، چین، ایران، بھارت، پاکستان اور اقوام متحدہ سمیت 25 ممالک اور مختلف تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ کانفرنس سے مقررین کے خطاب کی تفصیلات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ تاہم اشرف غنی نے اپنے خطاب میں مجاہدین کو سیز فائر اور مذاکرات کی پیش کش کرتے ہوئے سات تجاویز پیش کیں:

1۔ امن کے لیے سیاسی فریم ورک بنانا چاہیے۔ امن عمل اور جنگ بندی پر اتفاق کیا جانا چاہیے۔ مجاہدین کو ایک سیاسی جماعت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ وہ خود کو سیاسی جماعت کے طور پر سامنے لائیں۔ منصفانہ اور آزاد انتخابات کا انعقاد یقینی بنایا جائے گا۔

2۔ امن کے لیے قانونی فلیٹ فارم بنایا جائے گا۔ اگر ضروری ہوا تو آئین میں تبدیلی اور اس پر نظرثانی کے لیے بھی تیار ہیں۔ قیدیوں کی رہائی اور ان کے نام بلیک لسٹ سے نکالنے کے لیے قانونی طریقہ کار وضع کیا جائے گا۔ مجاہدین کے لیے دہشت گرد کے الفاظ واپس لیتے ہوئے انہیں قومی دھارے میں شمولیت پر ملازمتیں دی جائیں گی۔

3۔ افغانستان کی حکومت کو قانونی حکومت تسلیم کیا جائے۔ قانون کا احترام کیا جائے۔ مجاہدین کے ساتھ مل کر اصلاحات کے لیے کوشش کریں گے۔ وہ ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیں اور مہاجرین کی واپسی میں تعاون کریں۔

4۔ تمام شہریوں، خاص طور پر امن عمل میں شامل مجاہدین رہنماؤں کا تحفظ یقینی بنایا جائے گا۔ مجاہدین رہنماؤں اور ان کے اہل خانہ کو ویزا اور پاسپورٹ فراہم کریں گے۔ ان پر عائد پابندی ختم کریں گے۔ مجاہدین کو کابل میں دفتر کھولنے کی پیش کش کرتے ہیں۔

5۔ اقتصادی و سماجی ترقی کے لیے نئے پروگرام لاگو کیے جائیں۔ ترقی اور تعمیر نو کے منصوبوں میں پناہ گزینوں اور جنگجوؤں کو بھی شامل کیا جائے گا۔

6۔ امن کے لیے بین الاقوامی حمایت اور تعاون حاصل کرنے، خصوصاً سفارتی اور مالی تعاون کی ضرورت ہے۔

7۔ مؤثر، مختصر مدت اور طویل مدتی شرائط پر اہداف کا تعین کرکے ترقی کے لیے ایک جامع منصوبہ بندی کے تحت مؤثر میکانیزم بنایا جائے گا۔

صدر اشرف غنی نے سات اہم تجاویز پیش کیں، تاہم اشرف غنی کی تقریر کے بعد قومی سلامتی کے مشیر اور قومی سلامتی کونسل کے سربراہ نے ایک بار پھر جنگ جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔ ایسی صورت حال میں قیام امن ممکن نہیں ہے۔ حکومت میں شامل اعلی حکام ایک پیج پر نہیں ہیں۔ ہر ایک کا اپنا نکتہ نظر ہے۔

مجاہدین حکومت سے کیوں بات نہیں کرتے؟

1۔ موجودہ حکومت امریکا کی ہدایت پر چلتی ہے۔ امریکی ہدایت کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتی۔

2۔ گزشتہ تین سال سے حکومت خود اختلافات کا شکار ہے۔ جب کہ حکومت اور وائٹ ہاؤس کے درمیان بھی سیاسی اختلافات موجود ہیں۔

3۔ حکومت ایک گورنر کو اپنے منصب سے نہیں ہٹا سکتی تو وہ پورے افغانستان کا مسئلہ کیسے حل کرے گی؟

4۔ حکومت کے کچھ لوگ جنگ چاہتے ہیں اور اس جنگ میں ان کا فائدہ ہے۔ لہذا وہ امن عمل سے کبھی متفق نہیں ہوں گے۔

5۔ حکومت گزشتہ دو سال سے نئی الیکٹرانک دستاویزات تقسیم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تو وہ مجاہدین کے ساتھ امن معاہدہ کیسے کرے گی؟

6۔ افغان حکومت میں اکثر سابق جنگی مجرم شامل ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں اگر مجاہدین آگئے تو انہیں عدالت کے کٹہرے میں لائیں گے۔

درج بالا وجوہات کی بنیاد پر مجاہدین افغان حکومت کے ساتھ امن مذاکرات کرنے کے بجائے براہ راست امریکا کے ساتھ مذاکرات پر زور دیتے ہیں۔ اب عالمی سطح پر بھی مجاہدین کے اصولی مؤقف کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کیوں کہ ان کے مؤقف میں وزن ہے۔ جنگ مجاہدین کا انتخاب نہیں اور نہ ہی مجاہدین نے امریکا پر حملہ کیا ہے، بلکہ امریکا نے سات سمندر پار کرکے افغانستان پر حملہ کیا اور سترہ سال سے افغانستان پر قابض ہے۔ نہتے شہریوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ افغانستان میں امن قائم ہوا، منشیات کی پیداوار کا خاتمہ ہوا اور نہ ہی مستحکم حکومت قائم ہوئی۔ لہذا امریکا کے تمام عزائم دھرے کے دھرے رہ گئے۔ وہ اس جنگ میں بُری طرح ناکام رہا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ افغانستان کا مسئلہ جنگ کے بجائے مذاکرات سے حل کیا جائے۔ امارت اسلامیہ نے دنیا کے سامنے بہترین مؤقف رکھا ہے۔ امریکا قطر میں امارت کے سیاسی دفتر کے ساتھ رابطہ قائم کرکے براہ راست مذاکرات کا راستہ اختیار کرے تو یہ مسئلہ جلد حل ہو سکتا ہے۔

ٹاپی منصوبہ ترقی وامن کی شاہراہ

جاوید اقبال

معاصر دنیا میں معیشت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جو بھی ملک معیشت کی مضبوطی کے لیے کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس کے پڑوسی ممالک اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس اقتصادی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچنے سے قبل اسے ناکارہ بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔ کبھی کبھار حریف قوتیں اور دشمن بھی کسی مشترکہ منصوبے میں اپنے مفادات کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ چند مخالف قوتیں اور ممالک کسی اقتصادی منصوبے میں اپنا حصہ لینے کے لیے منصوبے میں شریک ہو جاتے ہیں اور اختلافات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

جی ہاں! اس سلسلے میں تازہ مثال 'تاپی اقتصادی منصوبے' کی ہے، جو بلاشبہ افغانستان اور خطے کے دیگر ممالک کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اس منصوبے میں چار یا پانچ مخالف عناصر شریک ہیں۔ وہ سب مل کر کام کرنے اور اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پرعزم ہیں۔

ٹاپی منصوبے میں ترکمانستان، افغانستان، پاکستان اور بھارت شامل ہیں۔ یہ ترکمانستان سے افغانستان کے راستے پاکستان اور بھارت تک گیس پائپ لائن بچھانے کا ایک بڑا اقتصادی منصوبہ ہے۔ امارت اسلامیہ کے دور میں یہ منصوبہ ڈیزائن ہوا تھا۔ امارت اسلامیہ کے اہم کارناموں میں سے ایک یہ تھا۔ بدقسمتی سے امریکا نے نیو ورلڈ آرڈر کے تحت افغان عوام کی معاشی ترقی میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چوں کہ اب امریکا کا رعب ودبدبہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے خطے کے ممالک نے دوبارہ اس منصوبے پر کام شروع کرنے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے اور ایک معاہدے کے تحت اس پر کام شروع کیا ہے۔

اس منصوبے کا آغاز صوبہ ہرات سے ہوا ہے۔ سب سے اہم یہ ہے کہ امارت اسلامیہ نے نہ صرف اس منصوبے کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا، بلکہ اس کے تحفظ کے لیے بھی کردار ادا کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔ مبصرین کے مطابق اس منصوبے میں ترکمانستان، کابل حکومت، پاکستان، ہندوستان اور امارت اسلامیہ شامل ہیں۔ اس منصوبے کی افتتاحی تقریب میں امریکی فوجی کمانڈر جان نکلسن نے بھی شرکت کی، جس سے پتا چلتا ہے کہ امریکا بھی اس منصوبے میں دلچسپی بھی رکھتا ہے۔ کیوں کہ وہ نہیں چاہتے کہ پاکستان اور ہندوستان ایران سے گیس پائپ لائن منصوبے کا معاہدہ کریں۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان نے کہا کہ خطے میں اقتصادی ترقی کے لیے ٹاپی منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچانا اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے وہ ہر حوالے سے تعاون کے لیے تیار ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مجاہدین نہ صرف امریکا سے آزادی کے لیے برسرپیکار ہیں، بلکہ دیگر منصوبوں کے لیے بھی پرعزم ہیں، جو عوام وملک کے بہتر مفاد میں ہو۔ مجاہدین کا یہ عزم ملک وقوم کے لیے ایک مثبت پیغام ہے۔ اس اقدام سے مجاہدین نے عوام کے دل جیت لیے ہیں۔ اس منصوبے پر دس ارب ڈالر سے زائد لاگت آتی ہے۔ یہ 1820 کلومیٹر طویل منصوبہ ہے، جو ترکمانستان سے شروع ہو کر افغانستان اور پاکستان سے گزر کر ہندوستان پہنچتا ہے۔ اگلے دو سال کے دوران یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچا دیا جائے گا۔ یہ اقتصادی اور تجارتی اعتبار سے افغانستان کے لیے ایک سنہری موقع ہے۔

مشہور صحافی رحیم اللہ یوسف زئی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ 'اس منصوبے میں اس لیے حریف ممالک شریک ہوئے کہ سب کے مفادات اس سے وابستہ ہیں۔ ہندوستان پہلے اس منصوبے کی مخالفت کرتا تھا۔ جب اس کو خدشہ ہوا کہ پاکستان اس منصوبے کو ایک حربے کے طور پر استعمال کرے گا تو وہ بھی اس میں شامل ہو گیا۔' یوسف زئی نے امارت اسلامیہ کے بارے میں کہا کہ امارت کی جانب سے اس منصوبے کی حمایت تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ منصوبہ ان کے دور حکومت میں ڈیزائن ہوا تھا۔ اس کا زیادہ تر کام تب مکمل ہو چکا تھا۔ اب بھی یہ منصوبہ زیادہ تر امارت کے زیر کنٹرول علاقوں سے گزرتا ہے۔ تب امارت پر اقتصادی پابندیاں لگانے کی وجہ سے یہ منصوبہ شروع نہیں ہو سکا تھا۔ اب چوں کہ یہ منصوبہ شروع ہوا تو امارت نے بھی اس کا خیر مقدم کیا۔ یہ افغانستان کے بہتر مفاد میں ہے۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی یہ ہے کہ وہ ملک اور قوم کے بہتر مفاد میں کسی بھی منصوبے کی حمایت کرے گی۔

ٹاپی منصوبہ افغانستان سمیت خطے کے تمام ممالک کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ اس منصوبے میں شامل ممالک امارت کے حوالے سے اپنا سیاسی مؤقف تبدیل کریں۔ امارت اسلامیہ وہ سیاسی قوت ہے، جو خطے کی ترقی کے لیے پرعزم ہے۔ اس منصوبے میں شریک ممالک زمینی حقائق کا ادراک کریں۔ امریکا کے نکتہ نظر یا تعصب کی عینک سے افغانستان اور خطے کی صورت حال کو نہ دیکھا جائے۔ یہ منصوبہ اپنے مفادات سمیت خطے کے مفادات وامن کی حفاظت کے لیے مشترکہ جدوجہد ہے۔ جب افغانستان میں امن آئے گا، تب خطے کے تمام ممالک بھی پرامن رہ سکیں گے۔ جب تک امریکا افغانستان میں موجود ہے، افغانستان میں امن آئے گا اور نہ ہی خطے کے ممالک اس کے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

پینٹاگون نے شکست تسلیم کرلی

معین احمد معین

امریکی وزارت دفاع پینٹاگون نے ایک تجزیاتی رپورٹ میں کہا ہے کہ 'سولہ سالہ جنگ میں تمام تر عسکری اور انٹیلی جنس کوششوں کے باوجود پیش رفت کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔ 12 فروری کو شائع ہونے والی اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 'امریکا افغانستان میں مزید ساڑھے تین ہزار فوجی بھیج چکا ہے، مگر حکومتی فوج اپنے دائرہ اقتدار میں وسعت اور دہشت گردی کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہی ہے۔' پینٹاگون کی رپورٹ ایسے حالات میں شائع ہوئی ہے، جب فوج ٹرمپ کی اسٹریٹیجی کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی پوری توانائی بروئے کار لاکر فضائی بمباری کر رہی ہے۔ ٹرمپ کی جنگی اسٹریٹیجی جس کا اعلان سات ماہ قبل ہوا تھا۔ اس کا مقصد عسکری طریقے سے مجاہدین کا خاتمہ اور ان کی کارروائیوں کو کنٹرول کرنا تھا۔ مگر یہ اسٹریٹیجی نہ صرف اپنے ہدف کے حصول میں ناکام رہی ہے، بلکہ اس کے دوران مجاہدین کی عسکری کارروائیاں مزید پھیل گئی ہیں۔ مجاہدین ماضی کی نسبت زیادہ مؤثر کام دکھا رہے ہیں۔ ان کارروائیوں میں سے ایک کابل کے انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل پر حملہ تھا، جس میں دیگر بیرونی اہل کاروں کے علاوہ اہم امریکی انٹیلی جنس حکام بھی ہلاک ہوئے تھے۔

پینٹاگون کی یہ رپورٹ وزارت خارجہ اور امریکی توسیعی ادارے نے مل کر تیار کی ہے۔ اس میں افغانستان کی موجودہ حالت کو ماضی کے مقابلے میں زیادہ خطرناک بتایا گیا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کابل انتظامیہ امریکی تعاون کے باوجود مجاہدین کے قبضے سے علاقے واپس لینے میں ناکام رہی ہے۔ پینٹاگون نے مجاہدین کے مقابلے میں اپنی ناکامی کا اعتراف ایسے حالات میں کیا ہے، جب کہ بی بی سی نے اپنی ایک رپورٹ میں افغانستان کے 72 فیصد حصے پر امارت اسلامیہ کے کنٹرول کی خبر نشر کی ہے۔

ٹرمپ کی جنگی اسٹریٹیجی پر سات ماہ تک پینٹاگون اور سی آئی اے کے عسکری اور انٹیلی جنس ماہرین نے کام کیا۔ مسلسل شدید بمباریوں کے زور پر اس کا آغاز کیا گیا۔ اب اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجاہدین کی جانب سے اپنی جنگی تکنیک بدلنے اور مرحلہ وار عمل درآمد کرنے کے بعد امریکا اور اس کے حامیوں کو ہی اس کا شدید نقصان پہنچا ہے۔ مجاہدین کے عسکری حملے اس بات کا باعث بنے کہ وہائٹ ہاؤس کے حکمرانوں کے درمیان مجاہدین کے حوالے سے اختلافات پیدا ہوگئے۔

ٹرمپ کی جنگی ٹیم اسٹریٹیجی کی ناکامی کے باوجود اپنی حماقت کے باعث مصالحانہ تفاہم کے بجائے عسکری طاقت کے استعمال پر اصرار کر رہی ہے۔ دوسری طرف وزیر خارجہ اور ان کی سفارتی ٹیم ٹرمپ کے برعکس طاقت کے استعمال کے بجائے مجاہدین کے ساتھ مذاکرات کی حامی ہے۔ امریکا کا بڑا عسکری حلیف نیٹو بھی اسی خیال کا حامی ہے۔ جب ڈونلڈ ٹرمپ نے مجاہدین سے ہر طرح کے مذاکرات بند کرنے کی بات کی تو اس کے جواب میں نیٹو کے جنرل سیکرٹری ینس اسٹولن برگ نے کہا کہ 'پہلے کے مقابلے میں اب امن اور مذاکرات کی زیادہ ضرورت ہے۔' انہوں نے کہا کہ پرامن کوششیں وہ واحد حل ہیں، جو افغانستان میں امن لاسکتی ہیں۔ اس لیے سب سے زیادہ اسی شعبے میں کارروائی مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

میڈیا، اسلام اور مسلمان

محمد رفیع

اسلام دین فطرت ہے۔ یہ انسانیت کی تمام فطری ضروریات کو بہتر طریقے سے پورا کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہیں۔ ان میں دستر خوان سے لے کر جہاد کے میدان تک راہنمائی ملتی ہے۔ اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے۔ اقتصادیات و معاشیات سے لے کر سیاست، عدالت، تجارت، تعلیم اور پرورش غرض تمام شعبہ ہائے زندگی میں انسانیت کے لیے بہترین تعلیمات رکھتا ہے۔ اسلام نے میڈیا اور صحافت کے لیے بھی بہترین ہدایات دی ہیں۔ اس جیسے اہم میدان بھی ہمیں مغرب کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا۔

ہمیں صحافتی اخلاقیات کے حوالے سے مغربی دانش وروں سے راہنمائی لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آج اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ اسلام نے صحافت کے لیے ہمیں کیا ہدایات دی ہیں؟

امریکا اور مغربی دنیا نے جمہوریت اور آزادی کی طرح میڈیا کے لیے بھی کچھ خود ساختہ اور بے ہودہ قسم کے اصول وضع کیے ہیں۔ ہندوستان، چین اور دیگر ممالک نے بھی اپنے ماحول اور مفادات کے پیش نظر میڈیا کے لیے اپنے طور پر کچھ اصول اور پالیسیاں بنائی ہیں۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس میدان میں مسلم ممالک نے قرآن و سنت سے راہنمائی لے کر میڈیا سے کام لینے کے لیے اصول اور پالیسیاں وضع نہیں کیں، بلکہ مغربی دنیا کی تقلید کر کے وہی پالیسیاں اور اصول اپنا ئے ہیں، جسے غلامانہ ذہنیت تو کہا جاسکتا ہے، آزادی اور خود مختاری ہر گز نہیں۔

اسلامی ممالک کے باشندوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ممالک اور بیرونی دنیا میں واقع ہونے والے حالات سے باخبر رہ کر ان خبروں کا تجزیہ کی جائے۔ اس دور میں میڈیا ہی معلومات کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ وہ 24 گھنٹے لوگوں کو دنیا کے حالات، واقعات، خبروں، تبدیلیوں اور نشیب و فراز سے باخبر رکھتا ہے۔ دوسری طرف یہ سب اسلام اور مسلم ممالک کے لیے ایک طوفان کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ چوں کہ اکثر پروگرامز، خبریں، تجزیے، تبصرے اور معلومات اسلامی دنیا کے مفادات کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی ممالک اس صورت حال کے تدارک کے لیے سنجیدہ قدامات اٹھا کر دستیاب وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے میڈیا کو اسلامی اصولوں کا پابند بنایا جائے۔ میڈیا کے پروگرامز کو اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا تابع بنائیں۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے میڈیا کے اساسی اہداف و مقاصد نئی خبروں کی ترسیل، واقعات و حالات کی توجیہ و تعبیر اور رائے عامہ کو مثبت رخ پر ڈالنا ہے۔ جس کے نتیجے میں سچ کو فروغ اور باطل کی بیخ کنی ہوتی ہے

قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور نجات اُخروی کے تناظر میں بھلائی کی دعوت دے اور منکرات سے منع کرنے۔ ظالم و جابر کے خلاف مظلوم کو حق و انصاف فراہم کرنے کے لیے ان کا مقدمہ لڑے۔ کسی قیمت پر جھوٹ اور منکرات کی حوصلہ افزائی نہ کرے۔ تعلیم و اقتصادیات کی طرح میڈیا کے میدان میں بھی مغربی اصولوں کو اپنانے سے بُرے نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ جس طرح صحافت اور میڈیا آئے روز مختلف نوعیت کے ارتقائی مراحل سے گزر رہا ہے۔ بالخصوص کمپیوٹر، انٹرنیٹ، سیٹلائٹ اور سوشل میڈیا نے آج کے دور میں ایک ایسے نئے کلچر کا درجہ اختیار کیا ہے، جو کمزور ثقافتوں کو بہالے جاتا ہے۔ اگر ہم نے صحافت کو اسلامی اصولوں پر استوار نہ کیا تو اسلامی تشخص کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اسلامی ممالک عالم کفر کے نرغے میں پھنس کر اپنی ثقافت اور تہذیب سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ضرورت ہے کہ مسلمان اہل قلم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے خود بھی اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں اور اپنے قارئین میں بھی اسلامی شعور اجاگر کریں۔ میڈیا کے میدان میں مغربی اصولوں کو اپنانے کے بجائے اسلامی احکامات کو تھاما جائے۔ جہرم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔

قاری سعید احمد خان

شجرکاری کے فوائد، ثواب اور صحت

گزشتہ سال کی طرح رواں سال بھی موسم بہار کی آمد کے موقع پر امارت اسلامیہ کے ذمہ داران نے عوام اور مجاہدین کو ہدایت کی ہے کہ وہ درخت اور پودے لگائیں۔ اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، تاکہ ماحول کو آلودگی سے صاف اور معاشرے کو خوب صورت بنایا جاسکے۔ امارت اسلامیہ کے امیر شیخ ہبۃ اللہ صاحب حفظہ اللہ نے گزشتہ سال اس حوالے سے ایک پیغام جاری کیا تھا، جس کا افغانستان بھر میں بڑے پیمانے پر خیر مقدم کیا گیا۔ عوام، مجاہدین اور کسانوں نے شجرکاری مہم میں بھرپور حصہ لیا۔ ہزاروں درخت اور پودے لگائے گئے۔ اس سال امارت اسلامیہ کے زراعت کمیشن نے پیغام جاری کیا ہے، جس میں عوام اور مجاہدین کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ شجرکاری مہم میں حصہ لیں۔ موسمیاتی تبدیلیوں اور آلودگی پر قابو پانے کا قدرتی حل درخت اور پودے ہیں۔ بامقصد شجرکاری کے ذریعے بہت سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ شجرکاری مہم بہترین اقدام ہے۔ یہ دینی نقطہ نظر سے بھی اہم اور باعث ثواب ہے۔ یہ حفظان صحت اور ماحولیاتی تحفظ کے لحاظ سے ایک مفید کام ہے۔

اسلام کے ہر حکم میں انسانیت کی بھلائی اور فائدہ مضمر ہے۔ درخت اور پودے انسانی ماحول کی خوب صورتی کے بڑے عناصر سے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اس کا ذکر کیا ہے:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ. أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا. ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (سورۃ عبس: 24تا32)

پس ذرا انسان اپنے کھانے کو ہی دیکھ لے! کہ ہم نے اوپر سے خوب پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر ہم نے اس میں غلے اگائے، اور انگور اور ترکاریاں، اور زیتون اور کھجور، اور گھنے گھنے باغات، اور میوے اور چارہ، سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کی خاطر!

اللہ تعالی نے تفصیل سے درختوں، جھاڑیوں اور پودوں کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مختلف آیات میں باغات، کھیتوں اور فروٹ کی مختلف اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پودے اور درخت اللہ تعالی کی بڑی نعمتوں میں سے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ان کی قدر کرے۔ اللہ تعالی نے درختوں اور نباتات کے نظام کو اپنی رحمت قرار دیا ہے۔ چناں چہ ایک جگہ آسمان سے برسائے جانے والا پانی اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ. يُنبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ. (النحل: ۱۰ تا ۱۱)

وہی ہے، جس نے آسمان سے پانی برسایا، جس سے تمہیں پینے کی چیزیں حاصل ہوتی ہیں، اور اسی سے وہ درخت اُگتے ہیں، جن میں تم مویشیوں کو چراتے ہو۔ اسی سے اللہ تمہارے لیے کھیتیاں، زیتون، کھجور کے درخت، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لیے بڑی نشانی ہے، جو سوچتے سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالی درختوں اور دیگر اشیاء کے سائے کا بطور احسان تذکرہ کر رہے ہیں۔ ارشاد ہے:

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا ۔ (النحل: ۸۱)

اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لیے سائے پیدا کیے۔

جنگلات اور آبادیوں میں موجود سرسبز و شاداب درخت ماحولیاتی کثافت کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ اسلام میں درختوں کی کٹائی سے منع کیا گیا ہے۔ جب کہ شجرکاری کی ترغیب دی گئی ہے۔

وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرۃ:205)

اور جب اُٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

گویا کھیتی اور پودوں کو برباد کرنا منافقوں کا شیوہ ہے۔ مؤمن اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو زمین کی زینت قرار دیا ہے۔ پھر کیوں کر ان کے ناحق کاٹنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا.
(الکھف:7)

یقین جانو کہ روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں، ہم نے اُنہیں زمین کی سجاوٹ کا ذریعہ اس لیے بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ اُن میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے۔

درختوں کی کٹائی کی ممانعت کیوں نہ ہو۔ جب کہ درختوں اور پودوں کا نظام آسمان سے پانی برسنے کا سبب بنتا ہے۔ درختوں سے کائنات کا قدرتی حسن دوبالا ہوتا ہے۔ درخت جان داروں کو آکسیجن فراہم کرتے ہیں۔ درختوں سے ہواؤں کی رفتار میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ نیز ان سے درجۂ حرارت میں تخفیف ہوتی ہے۔ وہ فضائی آلودگی کا سبب بننے والے ہر طرح کے جراثیم کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درخت اور پودے لگانے پر بہت زور دیتے تھے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من مسلم يغرس غرساً أو يزرع زرعاً فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة. (رواه مسلم)

مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان درندہ، پرندہ یا چوپایا کھائے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔

ایک موقع پر آپ نے شجر کاری کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

من نصب شجرة فصبر على حفظها والقيام عليها حتى تثمر فإن له في كل شيء يصاب من ثمرها صدقة عند الله

جو کوئی درخت لگائے، پھر اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا رہے، حتی کہ وہ درخت پھل دینے لگے۔ اب اس درخت کا جو کچھ نقصان ہوگا، وہ اس کے لیے اللہ کے یہاں صدقہ کا سبب ہوگا۔

ایک اور موقع پر آپ نے کاشت کاری اور بنجر و بے استعمال زمین کو قابل کاشت بنانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

’جس کے پاس زمین ہو، اسے اس زمین میں کاشت کاری کرنی چاہیے۔ اگر وہ خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو اپنے کسی مسلمان بھائی کو دے، تاکہ وہ کاشت کرے۔‘
(مسلم شریف، حدیث نمبر: 1536)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی ترغیبات کے نتیجے میں حضرات صحابہ شجر کاری کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت ابودرداء سے نقل کیا ہے کہ ’حضرات صحابہ کرام صدقہ کی نیت سے درخت لگانے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔‘ مسند احمد کی روایت ہے کہ جلیل القدر صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک بار شام کے شہر دمشق میں پودے لگا رہے تھے، جس پر ایک شخص کا گزر ہوا۔ اس نے تعجب کر کے پوچھا کہ ’آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور پھر بھی پودے لگا رہے ہیں؟‘ مطلب دنیا کے حرص میں مبتلا ہو۔ جس پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ نے جواب دیا کہ ’کچھ ٹھہریں، میں اس کام کے ثواب سے آپ کو آگاہ کروں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

مَنْ غَرَسَ غَرْساً لم يأكل منه آدميٌ ولا خلق من خلق الله إلا كان له به صدقة. (رواه احمد)

اسلام صفائی ستھرائی اور نظافت پر زور دیتا ہے، تاکہ نجاست اور گندگی کے سبب ماحول آلودہ ہونے سے محفوظ رہے۔ آب و ہوا متاثر نہ ہو۔ ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ کا ایک ذریعہ شجر کاری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد کس قدر چونکا دینے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’اگر قیامت برپا ہو رہی ہو اور تمہیں پودا لگانے کی نیکی کا موقع مل جائے تو فوراً اس نیکی کو کر گزرو۔‘ اس ارشاد کا مقصود اگرچہ نیکی کے مواقع کو غنیمت جاننے کی تاکید ہے، لیکن بے شمار نیکیوں میں سے آپ نے پودا لگانے کا انتخاب کر کے شجر کاری کی افادیت کو اجاگر فرمایا ہے۔

موجودہ سائنسی دنیا میں نئی تحقیق سے پودوں کے معاشرے پر مثبت اثرات کے بہت سے نکات سامنے آگئے ہیں۔ البتہ اسلام نے چودہ سو سال قبل درختوں اور پودوں کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ انسانوں نے حکم دیا تھا کہ اگر قیامت آ جائے اور آپ کے ہاتھ میں پودا ہو تو اس کو لگا دیا جائے۔ نئی تحقیق کے مطابق فصلوں کے 60 فوائد اور مثبت اثرات دریافت کیے گئے ہیں، جن میں انسانی زندگی اور ماحول میں ان کا اہم کردار ہوتا ہے۔ کچھ فوائد ملاحظہ فرمائیں:

پہلا:

درختوں کا اہم فائدہ یہ ہے کہ وہ ہوا کو صاف کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ ماحول کو آلودہ کرنے والے گیس جیسے: کاربن ڈائی آکسائیڈ، ہائیڈروجن، آمونیک اور اوزون کو جذب کر کے آکسیجن مہیا کرتے ہیں۔ نئی تحقیق کے مطابق ایک درخت اتنی آکسیجن مہیا کرتا ہے، جس سے 18 افراد کے لیے ایک سال کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

دوسرا:

درختوں کا یہ فائدہ بھی ہے کہ اس سے لوگ پھل اور لکڑی کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ انسانوں، حیوانوں اور پرندوں کی خوراک کا بڑا حصہ ان درختوں سے پورا کیا جاتا ہے۔ لکڑی کو ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

تیسرا:

جن علاقوں میں بڑی تعداد میں درخت ہوتے ہیں، اس علاقے میں سیلاب کا خطرہ بے حد کم ہوتا ہے۔ درخت کی جڑیں نہ صرف خود اضافی پانی کو جذب کرتی، بلکہ مٹی کو بھی پانی جذب کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ جس کے باعث پانی جمع ہو کر سیلاب کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ جس طرح درخت سیلابوں سے تحفظ فراہم کرتے ہیں، اسی طرح یہ قحط اور خشک سالی سے بھی بچاتے ہیں۔ یہ اپنی جڑوں میں جذب شدہ پانی کو ہوا میں خارج کرتے اور بادلوں کی تشکیل کا باعث بنتے ہیں۔ درخت کی جڑیں زمین کی مٹی کو روک رکھتی ہیں، جس کی وجہ سے زمین کا کٹاؤ یا لینڈ سلائیڈنگ نہیں ہو پاتی۔

چوتھا:

درختوں کی موجودگی تناؤ اور ڈپریشن کم کر کے لوگوں کو ذہنی و جسمانی طور پر صحت مند بناتی ہے۔ جب کہ درختوں کے درمیان رہنے سے ان کی تخلیقی کارکردگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

پانچواں:

درختوں کا سایہ ایک عظیم نعمت ہے۔ انسانوں، جانوروں، پرندوں اور حشرات تک اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق درختوں کے سائے سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ آپ نے دیہات میں دیکھا ہوگا، تھکا ہوا مسافر درخت کے سائے میں بیٹھتا ہے۔ بھیڑ بکریاں چرانے والے اور خانہ بدوش بھی درختوں کے سائے میں دھوپ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ بچے بھی درخت کے سائے میں کھیلتے ہیں۔

چھٹا:

درخت شہروں، دیہات، سڑکوں اور ہر جگہ کی خوب صورتی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جن علاقوں میں درخت زیادہ پائے جاتے ہیں، وہ علاقہ دوسروں کی نسبت زیادہ خوب صورت ہوتا ہے۔ لوگ وہاں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں۔

خوب صورت اور صاف ماحول کا انسانی زندگی پر مثبت اثر مرتب ہوتا ہے۔ خوب صورت شہر کے لوگ خوشی کا احساس کرتے ہیں۔ سرسبز و شاداب علاقوں کے لوگ دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ صحت مند ہوتے ہیں۔ جب کہ صحت مند جسم عقل کے بہتر ہونے ہونے کے لیے بہت ضروری ہے۔ ان تمام فوائد کو دیکھ کر لازمی ہے کہ اپنے گھروں، دیہاتوں، کھیتوں، اسکولز، مساجد، بازاروں اور ملک کے ہر حصے میں درخت اور پودے لگانے کی کوشش کی جائے۔ ان کی نگہداشت کی جائے۔ یہ ملک و قوم کے لیے عظیم خدمت ہے۔

صلح بارے چند گزارشات

صلاح الدین صارم

گزشتہ ماہ جب جنگ نے شدت اختیار کی تو میڈیا نے ترکی میں نام نہاد مذاکرات کے نام سے ڈھونگ رچا کر پوری آب و تاب سے پروگرام منعقد کیے کہ مجاہدین اور امریکا کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ یہاں پروگراموں کی نوعیت اور کیفیت پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے پروگراموں سے جو پیغام دیا جاتا ہے، وہ بہرحال بحث و تمحیص کا متقاضی ہے۔ اس صورت حال کی حقیقت واضح ہونی چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ افغانستان طویل عرصے سے حالت جنگ میں ہے۔ مکمل دو نسلیں اس جنگ زدہ صورت حال میں پھلی پھولی ہیں۔ افغانستان کو کسی بھی دوسرے ملک سے زیادہ امن کی ضرورت ہے۔ یہاں صورت حال اتنی گومگو ہے، جس میں یہ پہچان بہت مشکل ہے کہ امن کا مخالف کون اور حامی کون ہے

یہ بات بہرحال مسلم ہے کہ آرام و سکون کی زندگی ہر ایک کے لیے عزیز ہے۔ کوئی بھی انسان اپنے لیے مسائل پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ لہٰذا صلح ان قوتوں کے مفاد میں مزاحم ہے۔ جن کا امتیازی مقام ہی اسی جنگ کی بدولت قائم ہے۔ صلح کامیاب ہونے کی صورت میں ان کا عیش و عشرت اور شراب و کباب نقصان سے دوچار ہو سکتا ہے۔ اسی لیے ان کی پوری کوشش ہے کہ مجاہدین کو صلح کا مخالف باور کرائیں۔ افغانستان میں ہمہ جہت انقلاب کی شدت کی وجہ سے بہت سی قوتیں دم بخود ہو کر بیٹھ گئی ہیں۔ اب امریکی جارحیت کے خلاف صرف امارت اسلامیہ ہی مزاحمت کر رہی ہے۔ وہ دن بہ دن کامیابیاں سمیٹ رہی ہے۔ صلح صرف امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان ہو سکتی ہے۔ اس حوالے سے کابل حکومت کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ اسے امریکا نے اپنے مقاصد کے لیے بنایا ہے۔ صلح کا اختیار صرف ٹرمپ کے پاس ہے۔ حال ہی میں انہوں نے کہا کہ 'ہم مجاہدین کے ساتھ مذاکرات نہیں کرنا چاہتے۔' ٹرمپ کے اس بیان کے بعد مجال ہے کہ کابل انتظامیہ نے ایک بھی بیان صلح کے حق میں دیا ہو۔ امارت کی جانب سے امریکا کو صلح کا ایک فریق تسلیم کرنا مجاہدین کی صلح کے لیے سنجیدہ کوشش ہے۔ امارت کی اس کوشش کے رد عمل میں امریکا کی جانب سے کوئی مثبت سرگرمی دکھائی نہیں دے رہی۔

یہ سب حقائق اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ امریکا صلح نہیں چاہتا۔ وہ نہیں چاہتے کہ افغانستان میں امن و سکون ہو۔ کیوں کہ اس صورت میں ان کے مفادات کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کابل سمیت افغانستان کے دیگر شہروں میں صلح کے نام پر بنائی گئی کانفرنسز درحقیقت صلح کی توہین ہیں۔ جس کی تازہ مثال ترکی میں صلح کے نام پر کانفرنس کا انعقاد تھا۔ یہ تمام کوششیں دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ہیں۔ اس مقصد کے لیے باقاعدہ کٹھ پتلی اور بے اختیار شوری بھی بنائی گئی ہے، جو وقتاً فوقتاً مجالس اور کانفرنسز منعقد کرتی ہے۔ کابل انتظامیہ مذکرات کے حوالے سے پائی جانے والی منفی سوچ کو اپنے حق میں استعمال کر رہی ہے۔ مجاہدین اس حوالے سے اصل صورت حال عوام کے سامنے رکھ کر کابل حکومت کی دورنگی اور منافقت کا پردہ چاک کریں۔

امریکا ناکام ہے

صلاح الدین ایوبی

امریکا کے افغانستان پر حملے کے وقت دنیا بھر کے کئی ممالک خوف سے کانپ رہے تھے۔ امریکا کی خواہش ہے کہ وہ پوری دنیا کو اپنا غلام بنالے۔ امریکی غلامی کو سب سے زیادہ جلدی قبول کرنے میں اسلامی ممالک سرِفہرست رہے ہیں۔ امریکا نے افغانستان میں جس سربریت اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں، تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس نے مساجد، اسلام پسند مسلمان، قبرستان، شادی کی تقریبات اور نہ ہی شادی کے مہمانوں کو بخشا۔ افغانستان میں ایسا جدید اور زہریلا اسلحہ استعمال کیا، جو آج تک کسی بھی جنگ استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ہزاروں افغان خواتین، بوڑھوں اور بزرگوں کو نہایت ظالمانہ طریقے سے شہید کیا گیا۔ کوئی ایسا ملک نہیں تھا، جو امریکا سے پوچھ سکے کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ امریکا نے نہ صرف یہ کہ ہزاروں افغان عوام کو قتل کیا۔ تب عوام میں بھی بہت کم لوگ تھے، جو مجاہدین کو پناہ دیتے تھے۔ لہٰذا مجاہدین منتشر ہوگئے۔

میں ایسے بہت سے ساتھیوں کو جانتا ہوں، جنھیں ان کے والدین اور بھائیوں نے ہی گھروں سے نکال دیا۔ جو گھرانہ مجاہدین کی حمایت کرتا ہوا دیکھا جاتا، اس کے اعزہ و اقارب اس کے ساتھ تعلقات منقطع کر دیتے۔ یہ سب امریکی خوف کی وجہ سے تھا۔ تب لوگ کہا کرتے تھے کہ 'امریکا کئی انچ زیرِ زمین چیزوں کو بھی دیکھ لیتا ہے۔' لہٰذا کوئی بھی اس سے چھپ نہیں سکتا۔ اسی لیے ہمسایہ ممالک نے مجاہدین کو پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ کئی مجاہدین افغانستان اور پاکستان میں پکڑے بھی گئے۔ وہ بعد ازاں نہایت بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔

امریکا نے کچھ نام نہاد علماء کو ذمہ داری دی کہ وہ پاکستان کے ان علماء اور طلباء کو اکٹھا کریں، جو امریکا کے خلاف سخت مؤقف رکھتے ہیں۔ اس سب کے باوجود مجاہدین کے حوصلے کم نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر بھی بھروسا کیا اور نہ ہی کسی سے مدد طلب کی۔ تب لوگ کہا کرتے تھے کہ مجاہدین امریکا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انہیں امریکا کے سامنے سرنڈر ہو جانا چاہیے۔ مجاہدین نے ایسے بے سروپا تجزیوں اور تبصروں کو خاطر میں نہ لایا۔ انہوں نے فوج کے خلاف اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔

مجاہدین نے پہاڑوں میں بسیرا کر کے امریکا اور اس کے اتحادیوں پر حملے شروع کیے۔ امریکا کی سخت جوابی کارروائی کے باوجود مجاہدین نے اپنا مورال گرنے نہ دیا۔ ایک قریبی دوست اپنا قصہ سناتے تھے کہ 'امریکی ٹینکوں پر کلاشنکوف کی گولی اثر نہیں کرتی تھی۔ جب کہ راکٹ لانچر کے گولے ہمارے پاس نہیں تھے۔ اس کے لیے ہم چندہ اکٹھا کرتے اور قریبی مورچوں سے نہایت خفیہ طریقے سے اپنے دوستوں سے راکٹ کے گولے خرید کر استعمال کرتے۔' اس جیسے بہت سے واقعات مضمون کی تنگ دامنی کی خاطر لکھنا مشکل ہے۔ مجاہدین نے اپنی کمزور معیشت کے ساتھ طویل عرصے تک مزاحمت کی تحریک جاری رکھی۔ البتہ فدائی حملے ہی وہ اہم ہتھیار ہیں، جو کمزور معیشت اور طرح طرح کی مشکلات کے باوجود دشمن کو تباہ کرنے میں کارآمد رہے ہیں۔ امریکا کے سیاسی و عسکری امور کے ماہر تجزیہ نگار مائیکل مور نے صدر بارک اوباما کو ایک طویل خط لکھا تھا، جس کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں:

'یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ افغانستان میں مزید فوجی دستے تعینات کرنے سے آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ جو لوگ آپ، آپ کی فوج اور آپ کے ملک سے نفرت کرتے ہیں، وہ آپ کے فوجی دستے بھیجنے سے آپ کی عزت کریں گے یا وہ آپ سے خوف کھا جائیں گے۔ افغان تب تک امریکا سے نفرت کریں گے، جب تک امریکا کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتے۔ جب تک ایک غریب امریکی کی جیب سے آخری ڈالر نہ نکل جائے اور امریکا دیوالیہ نہ ہو جائے، تب تک امریکا سے نفرت کی آگ دلوں میں بھڑکتی رہے گی۔ لہٰذا امریکا اور امریکی اقتصادیات کے لیے خطرہ نہ بننے والے افغانوں کو کچلنے کے لیے مزید فوج نہ بھیجی جائے۔ کروڑوں اربوں ڈالر اس بے نتیجہ جنگ میں صرف نہ کیے جائیں۔ اس وقت سے ڈریں، جب امریکی بچے گلی کوچوں میں سوئیں گے اور ایک ایک روٹی کے لیے قطار میں کھڑے ہوں گے۔'

دنیا بھر کے تجزیہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ امریکا بدترین شکست سے دوچار ہے۔ مجاہدین کی کامیاب سیاسی حکمت عملی کی بدولت آج دنیا بھر میں امریکی فوج، سفارتی عملہ اور قونصل خانے غیر محفوظ ہیں۔ اس طرح کے سیکڑوں واقعات ہیں کہ امریکی سفارت کار دنیا کے کسی ملک میں آزادانہ طور سے نہیں گھوم سکتے۔ جن مجاہدین کو پہلے کوئی پہاڑ محفوظ پناہ گاہ دینے کو تیار نظر نہیں آتے تھے، اب دنیا کے ممالک اُن کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں، جب امریکا اپنے غرور اور تکبر سمیت افغانستان سے الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہو گا۔

آپ کا کیا خیال ہے؟

سٹیو کول

(’سٹیو کول‘ ایک مقبول امریکی مصنف ہے۔ وہ اس سے قبل بھی افغانستان بارے کئی کتابیں اور مضامین لکھ چکے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ’جنات کی جنگ‘ مشہور ہوئے۔ سٹیو کول کی دوسری کتاب بھی چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ جس میں 2001 سے 14 تک افغانستان کے اہم واقعات اور جنگ کے پوشیدہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں دیگر حقائق کے علاوہ جگہ جگہ امریکی فوج کے خفیہ کرداروں اور جرائم کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے۔)

اس کتاب میں امریکی خفیہ ادارے ’سی آئی اے‘ کے اہل کاروں کے جرائم کا ایک واقعہ لکھا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

افغانستان میں امریکن فوج کی آمد کے ابتدائی سالوں میں صوبہ کنڑ کے ضلع اسعد آباد میں سی آئی اے کے خصوصی اہل کاروں نے ایک فوجی مرکز قائم کیا۔ اس کے ارد گرد تین میٹر کے فاصلے پر مٹی کی دیواریں تعمیر کی گئیں۔ مجاہدین وقتاً فوقتاً اس مرکز پر راکٹ حملے کرتے تھے۔ امریکی فوجی دور سے راکٹ کی آواز سنتے تھے۔ کیوں کہ اسعد آباد میں گھنے جنگلات کے درختوں اور پرندوں کی آوازوں کے علاوہ کوئی شور و شغب نہیں تھا۔

راکٹ بہت کم اپنے ہدف پر لگتے، تاہم امریکی فوجی راکٹ حملوں سے بہت غصے میں تھے۔ اسعد آباد میں امریکی فوجی بیس کا رابطہ کار کنڑ کا گورنر سید ’فضل اکبر‘ تھا۔ یہاں گورنری سے قبل وہ امریکا میں ایک عام سا دکاندار تھا۔ جب افغانستان آیا تو کرزئی کا ترجمان مقرر ہو گیا۔ بعد ازاں کرزئی نے اسے کنڑ کا گورنر نامزد کر دیا۔ گورنر اپنے 18 سالہ بیٹے ’حیدر‘ کو بھی کنڑ لے آیا۔ حیدر امریکی ریاست کیلی فورنیا میں زیر تعلیم تھا اور انگلش اچھی بول لیتا تھا۔ سی آئی اے کے ایک اہل کار نے فوجی مرکز کے سکیورٹی سربراہ ’فرینک آرک بولڈ‘ کو بتایا کہ فوجی بیس پر جو لوگ راکٹ حملے کرتے ہیں، ان کا سہولت کار ’عبدالولی‘ نامی شخص ہے۔ امریکی فوج نے گورنر کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ عبدالولی کے رشتہ داروں کو اطلاع ملی کہ امریکی فوجی عبدالولی کی تلاش میں ہیں۔

جون کے وسط میں عبدالولی نے اپنے بھائی اور قبائلی بزرگوں کے ساتھ گورنر ہاؤس جا کر بتایا کہ امریکی فوج کو اس کے بارے کسی نے غلط معلومات فراہم کی ہیں۔ گورنر نے اس سے کہا کہ ’اگر وہ واقعی بے گناہ ہے تو وہ خود امریکی فوج سے تمہاری ضمانت کی بات کریں گے۔‘ گورنر نے مزید کہا کہ عبدالولی خود امریکی فوج کے ساتھ ملاقات کر کے اپنی صفائی پیش کرے۔ عبدالولی امریکی فوج سے خوف زدہ تھا۔ اس نے گورنر سے کہا کہ میں نے سنا ہے، امریکی فوجی بیس میں لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ نیند نہیں کرنے دی جاتی۔ قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بدترین اذیت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ گورنر نے کہا ’یہ محض باتیں ہیں۔ میں خود امریکا میں رہا ہوں۔ امریکی اتنے ظالم نہیں ہیں۔‘ عبدالولی اس کے باوجود ڈرتا اور فوجی مرکز جانے سے انکار کرتا رہا۔ بعد ازاں گورنر نے بتایا کہ ’میرا بیٹا آپ کے ساتھ جائے گا۔ اس نے امریکا میں اسکول پڑھا ہے۔ انگلش بول سکتا ہے۔ وہ آپ کی ترجمانی کرے گا۔‘

یہ سن کر عبدالولی کو کچھ اطمینان ہوا اور دونوں پک اپ میں سوار ہو کر امریکی فوجی اڈے چلے گئے۔ راستے میں عبدالولی بہت گھبرایا ہوا اور کانپ رہا تھا، تاہم حیدر

اس کو تسلی دیتا رہا۔ مرکزی دروازے کے قریب ایک کمرے میں امریکی فوجیوں نے ان کے ساتھ ملاقات کی۔ فوجی بیس کے سکیورٹی آفیسر 'براین ہالسٹیڈ' نے سوالات شروع کیے۔ جو کچھ پوچھا جاتا، وہ جواب سمیت لکھ لیا جاتا۔ عبدالولی سے پوچھا گیا: آپ مجاہدین کو جانتے ہیں؟ القاعدہ اور حزبِ اسلامی کیسی تنظیمیں ہیں؟ عبدالولی نے لاعلمی ظاہر کی۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ پاکستان گئے ہیں؟ عبدالولی نے جواب دیا کہ میں قرض دینے پاکستان گیا تھا، لیکن اب میں بھول گیا ہوں کہ کب گیا تھا اور وہاں کتنا عرصہ گزارا؟

واضح رہے کہ کنڑ کے اکثر لوگ اپنی عمر کے بارے میں بھی زیادہ نہیں جانتے۔ عبدالولی کو پاکستان جانے کا وقت معلوم نہیں تھا۔ حیدر کو علم تھا، لیکن وہ بتا نہیں رہا تھا، جس پر امریکی فوج کو شک ہو گیا۔ اس پر سی آئی اے اہل کار غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ وہ عبدالولی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگے کہ 'جھوٹ مت بولو۔ سچ سچ بتادو، ورنہ آپ اور آپ کے تمام خاندان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔' حیدر اکبر اس صورت حال سے ناراض ہو گیا اور ترجمانی سے انکار کر دیا۔ دوسرا ترجمان لایا گیا۔ سی آئی اے عملہ غصے سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ ہم عبدالولی کو چند دن تحقیقات کے لیے یہاں رکھیں گے۔ حیدر اکبر کو ڈر کے مارے بخار ہو گیا۔ وہ حال ہی میں اسکول سے فارغ ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے جنگ زدہ ملک آیا تھا۔ اس نے امریکی فوج کے ان مظالم کا خود مشاہدہ کیا، جو ایک وقت سوویت یونین کے فوجی افغانوں ڈھاتے تھے۔

حیدر باہر جاتے ہوئے عبدالولی کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا: سچ سچ بتادو۔ سپاہیوں نے عبدالولی کو ہتھکڑیاں لگائیں اور اس کے سر پر بوری ڈال کر کمرے میں بند کر دیا۔ ایک فوجی چار گھنٹوں تک عبدالولی کی نگرانی کرتا تھا۔ پہلی رات 'متیو جانسن' نامی فوجی کی باری تھی۔ سی آئی اے کے اہل کار 'ڈیوڈ پاسرو' نے سپاہی کو بتایا کہ عبدالولی سی آئی اے کا قیدی ہے۔ اِس سے تحقیقات کرنی ہیں۔ اس نے جانسن سے کہا کہ اگر وہ رحم دل ہے تو اس جگہ سے چلا جائے، کیوں کہ سی آئی اے کی تفتیش فوج کی تحقیقات سے 'مختلف' ہے۔ اس کے ساتھ ہی ڈیوڈ دوسرے کمرے میں داخل ہوا اور وہاں موجود کرسیاں توڑ کر چند ٹکڑے ٹھوکر سے اڑا کر دروازے کو لات ماری۔ عبدالولی کو زمین پر لٹا کر مارنا شروع کر دیا۔ قیدی کا سر کبھی دیوار سے مارا جاتا اور کبھی زمین سے۔ ڈیوڈ پاسرو نے عبدالولی پر بہت تشدد کیا۔ اس کو زمین پر لٹایا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ ڈیوڈ اس کی پشت پر کھڑا ہو کر تحقیقات کرنے لگا۔ ڈیوڈ پوچھتا کم اور تشدد زیادہ کرتا تھا۔ ڈیوڈ نے عبدالولی سے کہا میں جو پوچھوں، سچ بتانا۔ ورنہ حالت بہت خراب کر دوں گا۔

سی آئی اے کو افغانستان میں قیدیوں کو ہر قسم کی سزا کے اختیارات حاصل تھے۔ اُس کا ہر عمل وہ قانون سے بالاتر تھا۔ اسی سال کے دوران کابل میں سی آئی اے کے دفتر نے اپنے مرکزی دفتر کو خط لکھا: 'ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کچھ قیدیوں کے بارے میں ہمارے پاس بہت کم معلومات ہیں۔ کچھ قیدیوں سے کئی ماہ گزرنے کے باوجود تحقیقات شروع نہیں کی جا سکی ہیں۔ حتیٰ کہ کچھ قیدیوں کے مقدمات کی سماعت ایک سال گزرنے کے باوجود شروع نہیں ہوئی۔'

عبدالولی سے دوسری رات تحقیقات کرنے کے بعد سی آئی اے افسر "اسٹیفن جونز" نے اپنی بیوی کو میسج لکھا کہ: 'قیدی ہمارے ساتھ تحقیقات میں تعاون نہیں کر رہا۔ ہم نے اس کو نیند کے لیے موقع بھی نہیں دیا ہے اور اس پر اتنا تشدد کیا ہے کہ وہ چار دن تک اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔' جب عبدالولی پہلی رات تشدد سے تنگ آیا تو اس نے محافظوں کو اشارہ کیا کہ وہ پستول سے اس کو گولی مار دیں، لیکن محافظوں نے اس کی بات نظر انداز کر دی اور سی آئی اے کے افسر کی ہدایت پر انہوں نے عبدالولی کو مزید شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے ترجمان کے ذریعے پیغام دیا 'اگر وہ راکٹ حملوں میں سہولت کار کا کردار ادا کرنے کا اعتراف کرنا چاہتا ہے تو وہ 'ڈف، ڈف' کے نعرے لگائے۔ وہ سی آئی اے کے افسر کو بلالیں گے، تاکہ تمہارا مسئلہ جلدی حل کیا جا سکے۔ 20 جون کی رات 'کوین گیسٹن' نامی سپاہی کی نگرانی تھی۔ اس نے بتایا کہ عبدالولی کو 24 گھنٹے بعد بھی سونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اس

کھانا پینا بند کر دیا گیا تھا۔ اسے مسلسل تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ سپاہی نے بتایا کہ ایسے نفسیاتی تشدد سے قیدی کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی تھی۔ وہ اپنا سر دیوار سے مارتا، اپنے ساتھ باتیں کرتا، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر شدید درد محسوس کرتا۔ اس دوران اس نے 'ڈف ڈف' کے نعرے لگانا شروع کر دیے۔

سپاہیوں سے اس سے پوچھا 'تم مطمئن ہو تو سی آئی اے افسر کو بلائیں؟' تھوڑی دیر بعد ڈیوڈ پاسرو اپنی گاڑی میں پہنچ گیا۔ گاڑی کی لائٹس جل رہی تھیں۔ ہمیں ہدایت تھی کہ رات کے وقت گاڑیوں کی لائٹس بند رکھنی ہیں۔ سپاہیوں نے اس حرکت پر ناپسندگی کا اظہار کیا کہ فوجی بیس میں سی آئی اے کا ایک اہل کار قوانین کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔ ڈیوڈ پاسرو گاڑی سے نیچے اترا تو اس کے ہاتھ میں پلاسٹک کا ایک کپ تھا، جس سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ ڈیوڈ نے کپ ایک سپاہی کو دیا اور گیمٹن کو پیغام بھیجا کہ عبدالولی کے کمرے میں آ جائے۔ ڈیوڈ پاسرو نے عبدالولی سے پوچھا: 'تم کس کے کہنے پر راکٹ حملے کرتے تھے؟' عبدالولی نے جواب دیا 'میں نہیں جانتا۔' ڈیوڈ یہ سُن کر غصے سے بے قابو ہو گیا اور کمرے کی لائٹ بند کر کے عبدالولی پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ عبدالولی نے ڈیوڈ سے پوچھا کہ تم مجھے تشدد کا نشانہ کیوں بنا رہے ہو؟ ڈیوڈ نے کہا چُپ ہو جاؤ۔ تم کو جتنا بھی مارتے ہیں، کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کبھی میں مارتا ہوں اور کبھی گیمٹن۔ جب کہ تشدد صرف ڈیوڈ کر رہا تھا۔ گیمٹن یہ جھوٹ سُن کر غصے سے بھر گیا، مگر خاموش رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک مسلسل تشدد کے بعد پاسرو کمرے سے نکل گیا۔ اس نے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ عبدالولی کو نیند کا موقع نہ دیا جائے۔ گیمٹن 21 جون کو ڈیوٹی پر واپس آیا۔ وہ عبدالولی کو دیکھ کر کہنے لگا کہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نے کسی سے لڑائی کی ہے۔ اس کا چہرہ گرد آلود تھا۔ اس کے ہاتھوں پر خون کے واضح نشان تھے۔ وہ زمین پر نہایت مظلومانہ حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ خود سے آہستہ آواز میں باتیں کر رہا تھا۔

سیفٹن جونز اپنے دفتر میں مصروف تھا۔ ایک اہل کار آیا اور پیغام دیا کہ قیدی کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کو طبی امداد فراہم کی جائے۔ جونز نے قیدی کو دیکھا تو وہ ایک کروٹ لیٹا ہوا تھا۔ اُس کی تقریباً آخری سانسیں چل رہی تھیں۔ اس کا رنگ سفید اور پیلا ہو چکا تھا۔ فوجی مرکز کے ڈاکٹروں نے اس کا چیک اَپ کیا اور اس کو آکسیجن لگا کر بچانے کی کوشش کی، لیکن اب وہ دنیا میں نہیں رہا تھا۔ فوجی مرکز کے کمانڈر مارک میلر نے دوپہر کو گورنر فضل اکبر کو بلایا اور کہا 'میں نے آپ کو ایک بُری خبر بتانے کے لیے بلایا ہے۔ بدقسمتی سے عبدالولی زندہ نہیں رہا۔ گورنر نے تأسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ 'یہ بہت بُری خبر ہے۔' ڈیوڈ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہنے لگا کہ عبدالولی کوشش کرتا تھا کہ 'وہ ہتھکڑیاں کھول کر اپنا سر دیوار سے مارے۔' مارک میلر نے کہا کہ سینئر حکام چاہتے ہیں کہ میت کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا جائے۔ گورنر اور اس کے بیٹے نے لاش دیکھ کر کہا کہ ڈی این اے ٹیسٹ نہیں ہو گا۔ اگر اس بات کا کنڑ کے لوگوں کو علم ہو گیا تو اُن کا اشتعال بے حد خطرناک ہو گا۔ وہ ہم سے پوچھیں گے کہ امریکی فوج کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ قیدیوں پر تشدد کرے؟! اور ہمارے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ گورنر کے نہایت اصرار کے بعد امریکی فوج نے عبدالولی کے ڈی این اے ٹیسٹ کا فیصلہ ترک کر دیا اور لاش اس کے ورثاء کے حوالے کر دی۔ (بشکریہ 'ویبا' ویب سائٹ)

یہ ایک سچی داستان ہے، جو امریکی فوجی افغانستان میں روزانہ دُہراتے ہیں۔ یعنی امریکا کہ پاس کسی بھی قیدی بارے کوئی ثبوت اور جواز نہیں کہ وہ اُسے تشدد کا نشانہ کیوں بنا رہا ہے۔ ایسے کئی عبدالولی ہیں، جو روزانہ امریکا اور اُس کے غلاموں کے بے جواز تشدد کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یقیناً یہ افسانہ پڑھ کر ہر قاری کے دل میں درد کا ایک طوفان اُٹھا ہو گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے کئی طوفان جمع کر کے امریکا پر برس جانا چاہیے۔ تو آپ کیا خیال ہے؟ جہاد فرض ہے یا نہیں؟!

افغانستان فروری 2018 میں

احمد فارسی

مجاہدین نے فروری 2018 میں مشترکہ دشمن پر 619 حملے کیے ہیں۔ جن کے نتیجے میں 4 طیارے۔ 168 ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ کی گئیں۔ اس ماہ حملہ آوروں کے 16 اور افغان فورسز کے 1 ہزار 189 اہل کار ہلاک ہوئے۔ علاوہ ازیں 24 حملہ آور اور 724 فوجی زخمی بھی ہوئے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ یہاں صرف چند واقعات کا تذکرہ کریں گے۔

قابض دشمن کے جانی نقصانات:

فروری میں کم از کم 16 حملہ آور ہلاک اور 24 زخمی ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق 21 فروری کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں مجاہدین کے حملے میں 14 حملہ آور ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ چھ دن بعد ایک بار پھر صوبہ لغمان کے ضلع قرغہ میں دشمن کو بھاری جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم دشمن نے ان تمام ہلاکتوں کو خفیہ رکھ کر کسی ایک فوجی کی ہلاکت کا بھی اعتراف نہیں کیا۔ 2018 میں انہوں نے صرف ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے۔

قابض دشمن کے مالی نقصان:

فروری میں مجاہدین کے حملوں میں افغان اور غیر ملکی دشمن کو ناقابل تلافی مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی ماہ دشمن کے 4 طیارے تباہ ہوگئے۔ تقریباً 168 ٹینک اور دیگر فوجی وسائل تباہ ہوئے۔ رپورٹ کے مطابق مجاہدین نے 10 فروری کو صوبہ تخار کے ضلع درقد میں ایک بھارتی ہیلی کاپٹر مار گرایا۔

کٹھ پتلی دشمن کے جانی نقصان:

فروری میں مجاہدین کے حملوں میں دشمن کے 1189 فوجی ہلاک ہوئے۔ 3 فروری کو صوبہ فراہ کے ضلع پشت کوہ کا گورنر مارا گیا۔ 9 فروری کو صوبہ غزنی کے دارالحکومت میں ایک کمانڈر کو ہلاک کر دیا گیا۔ 14 فروری کو صوبہ لوگر میں حکومتی حامی ملیشیا کے ایک کمانڈر کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ 20 فروری کو ننگرہار میں پولیس سربراہ کو مارا گیا۔ ایک دن بعد صوبہ جوزجان میں جنرل دوستم کے ایک ظالم کمانڈر کو نشانہ بنایا گیا۔ 18 فروری کو صوبہ پروان میں قومی سلامتی کا اہل کار ہلاک ہوا۔ 21 فروری کو صوبہ کاپیسا کا سکیورٹی ڈائریکٹر بھی مارا گیا۔ 25 فروری کو چیف ایگزیکٹو کے مشیر کو نشانہ بنایا گیا۔ جب کہ 27 فروری کو اشرف غنی کا ایک محافظ صوبہ بلخ میں مارا گیا۔

دشمن کا شہریوں پر ظلم:

مظلوم اور نہتے شہریوں کو نشانہ بنانا مغلوب دشمن کا مشغلہ بن چکا ہے۔ فروری میں دشمن نے مختلف علاقوں میں مظلوم شہریوں پر ظلم کیا۔ CPAG یا شہری حفاظت اور عدالتی ٹیم کی رپورٹ کے مطابق فروری میں کم از کم 600 شہری ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یکم فروری کو صوبہ فاریاب کے ضلع خواجہ سبز پوش میں شہری آبادی پر قابض دشمن نے شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں درجنوں شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ اسی طرح یکم فروری کو قندھار کے ضلع میوند میں بھی سول آبادی پر قابض اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپہ مارا۔ اس دوران فضائی اور زمینی کارروائی میں 27 شہری شہید ہوئے۔ درجنوں گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو بھی جلا دیا گیا۔ دشمن نے نماز عشاء کے وقت ایک گاؤں پر چھاپہ مارا۔ لوگوں کو گھروں سے نکال کر ان پر گولیاں برسا دیں۔ 3 فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع رباط کے بازار دیش پر قابض دشمن نے بمباری کر کے شہر کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ 7 فروری کو صوبہ غزنی کی صوبائی کونسل کے رکن نے کہا کہ ’فوجی آپریشن میں صرف عام شہریوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ حکومت نے اپنے مخالفین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے جو دعوے کیے ہیں، ان میں صداقت نہیں ہے۔‘ 8 فروری کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فورسز کی مشترکہ کارروائی میں صوبہ خوست کے ضلع علی شیر میں ایک خاندان کے 7 افراد شہید ہوئے۔

عمری بازار کی تباہی:

گزشتہ ماہ صوبہ تخار کے ضلع درقد میں کٹھ پتلی فورسز نے نوتعمیر شدہ ’عمری بازار‘ مسمار کر دیا۔ تین اضلاع کے شہریوں کی محنت سے نوتعمیر شدہ عمری بازار پر

دشمن نے قبضہ کیا اور 8 فروری کو مکمل شہر تباہ کر دیا۔ حالانکہ یہ شہر مقامی لوگوں کی ملکیت تھا۔ تاہم بزدل دشمن نے بلاوجہ عوام سے بدلہ لینے کی غرض سے تمام دکانوں کو مسمار کر دیا اور تاجروں کا قیمتی سامان لوٹ لیا۔

منصوری آپریشن:

فروری میں مجاہدین نے 619 بڑے اور چھوٹے حملے کیے۔ 10 فروری کو مجاہدین نے صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں سنگوری ملیشیا کے اہل کاروں پر حملہ کر کے درجنوں سپاہی ہلاک اور زخمی کر دیے۔ 11 فروری کو ایک بار پھر ایک رابطہ کار مجاہد نے 16 اہل کاروں کو چیک پوسٹ میں چن چن کر قتل کر دیا۔ 13 فروری کو مجاہدین اور کٹھ پتلی فورسز کے درمیان قندھار کے ضلع نیش میں شدید جھڑپیں ہوئیں، جن میں دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 17 فروری کو صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں پولیس کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پولیس ہیڈ کوارٹر فتح اور اس میں موجود متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 20 فروری کو مجاہدین کے ایک حملے میں صوبہ فراہ میں کم از کم 35 پولیس اہل کار ہلاک ہوگئے۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں بھی مجاہدین نے تین چوکیوں کو فتح کر کے متعدد اہل کاروں کو ہلاک کر دیا۔ 12 فروری کو صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں مجاہدین کے ایک حملے میں 5 غیر ملکی فوجی ہلاک اور دو زخمی ہوگئے۔ 22 فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں ایک فدائی مجاہد نے پولیس چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 24 فروری کو ایک بار پھر ہلمند کے ضلع ناد علی میں فوجی اڈے پر فدائی مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں دشمن کے درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اسی روز صوبائی دارالحکومت لشکر گاہ میں بھی مجاہدین نے دشمن پر حملہ کیا، جس میں انٹیلی جنس کے متعدد کارکن ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 27 فروری کو صوبہ فاریاب کے ضلع خواجہ سبز پوش میں ایک کمانڈر سمیت 11 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

مزید فوجیوں کی تعیناتی

نئی امریکی حکمت عملی کے اعلان کے بعد گزشتہ چند ماہ کے دوران افغانستان میں تعینات امریکی فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ 4 فروری کو پینٹاگون نے اعلان کیا کہ مزید فوجی بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس اعلان کے باوجود 24 فروری کو 800 امریکی فوجیوں پر مشتمل ایک دستہ افغانستان بھیجا گیا۔ ایک جانب اتنی بڑی تعداد میں فوجیوں کو یہاں لایا جاتا ہے اور دوسری طرف اطالوی فوجیوں نے صوبہ فراہ میں مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بجائے دم دبا کر جنگ سے فرار ہوگئے۔

کٹھ پتلی حکومت میں رابطہ کار مجاہدین:

اس حوالے سے دشمن نے بھی کئی بار اعتراف کیا ہے کہ حکومت کی صفوں میں مجاہدین کا اثر ورسوخ بڑھ گیا ہے۔ 4 فروری کو چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر عبداللہ نے کہا کہ حکومت کے اندر ایسے عناصر موجود ہیں، جو مجاہدین کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ 17 فروری کو کابل انتظامیہ کے سربراہ نے کہا کہ سکیورٹی کی صورت حال اتنی خراب ہو چکی ہے کہ ہم ایوان صدر کے باہر کسی دوسرے علاقے میں کوئی پروگرام نہیں کر سکتے۔ ادھر جرمن انٹیلی جنس حکام نے کہا ہے کہ مجاہدین اتنے طاقت ور ہوگئے ہیں کہ کابل کے کسی بھی علاقے پر حملہ کر سکتے ہیں۔ حالیہ دنوں مختلف تنظیموں اور اداروں نے اپنے سروے اور تحقیقات میں اس تشویش کا اظہار کیا ہے کہ امارت اسلامیہ طاقت کی علامت کے طور پر ابھر رہی ہے۔ وہ افغانستان کے بہت سے علاقوں پر کنٹرول قائم کر چکی ہے۔ اس سلسلے میں یکم فروری کو سیگار نے اعلان کیا کہ گزشتہ سال کی نسبت رواں سال حکومت کی صفوں میں مجاہدین کے رابطہ کار افراد کا اثر ورسوخ دوگنا بڑھ گیا ہے۔

مدارس اور مساجد کی تخریب

دشمن نے مجاہدین کے خلاف کارروائیوں کے لیے مساجد اور اسکولوں کو استعمال کیا ہے۔ وہ اب بھی مساجد اور مدارس کو مجاہدین کے خلاف بطور مورچہ استعمال کرتا ہے۔ یکم فروری کو پژواک خبر رساں ادارے نے خبر شائع کی کہ پولیس نے صوبہ لوگر کے ضلع برکی براک میں ایک جامع مسجد میں چوکی قائم کر رکھی ہے۔ وہ لوگوں کو مسجد میں نماز نہیں ادا کرنے دیتی۔ 3 فروری کو ننگرہار کے ضلع شیرزادو میں کٹھ پتلی فورسز نے ایک دینی مدرسہ مسمار کر دیا اور طلبہ کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ 19 فروری کو صوبہ لغمان کے ضلع الینگار میں بھی اجرتی فورسز نے ایک مدرسہ مسمار کر دیا۔

امن مذاکرات

ایوان صدر اور امریکا نے عسکری وسیاسی میدان میں شکست کا سامنا کرنے کے بعد دھمکیاں دیں کہ آئندہ مجاہدین کے ساتھ ہر قسم کے مذاکرات کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ انہیں بزور طاقت شکست دیں گے۔ اس سلسلے میں 7 فروری کو امریکی سیاسی مبصرین نے کہا کہ ان کا یہ بیان اس وقت سامنے آیا کہ وہ مسلسل ناکامیوں کی وجہ سے

بہت غصے میں ہیں۔ ان دھمکیوں کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ 25 فروری کو امریکا کے وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ مجاہدین کے پاس اب بھی مہلت ہے کہ وہ مذاکرات کے ذریعے افغان تنازع حل کریں۔ جس کے بعد اشرف غنی نے بھی اپنے آقا کے فیصلے کے احترام میں اپنا رویہ تبدیل کردیا۔ وہ 28 فروری کو امن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کسی بھی شرط کے بغیر امارت اسلامیہ کو ایک سیاسی جماعت تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ امارت اسلامیہ نے امریکی مطالبے کے ردعمل میں کہا کہ اگر امریکا واقعی مذاکرات کے ذریعے افغان تنازع حل کرنا چاہتا ہے تو وہ قطر میں امارت اسلامیہ کے سرکاری دفتر سے رابطہ کرے۔

کٹھ پتلی حکومت کو روس کا انتباہ

قومی سلامتی کونسل کے مشیر حنیف اتمر نے الزام لگایا تھا کہ روس اور ایران مجاہدین کے ساتھ تعاون کررہے ہیں۔ جس کے جواب میں افغانستان میں روس کے سفیر نے 7 فروری کو جواب دیا کہ اپنی ناکامی کا ملبہ دوسروں پر نہیں ڈالنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ امریکا اور کابل انتظامیہ کو مجاہدین کے ساتھ میدان جنگ میں شکست کا سامنا ہے۔ اب وہ دوسروں پر الزامات لگائے جارہے ہیں۔ دوسروں پر الزام تراشی کے بجائے اپنی ناکامی کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔

شعبہ تعلیم میں تعاون

اگرچہ دشمن ہمیشہ مجاہدین پر اسکولوں اور تعلیمی اداروں کو تباہ کرنے کا الزام لگاتا رہا ہے، تاہم مجاہدین نے نہ صرف عملی طور پر اس کا دعوی غلط ثابت کیا ہے، بلکہ 13 فروری کو امارت اسلامیہ کے تعلیمی کمیشن اور بلند کی وزارت تعلیم کے درمیان تعلیم کو فروغ دینے کے حوالے سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے معاہدے پر دستخط ہوئے ہیں۔ اس معاہدے میں فریقین نے اسکولوں کی تعمیر اور تعلیم کو فروغ دینے پر اتفاق کیا ہے۔

امریکی عوام کے نام امارت اسلامیہ کا خط

14 فروری کو امارت اسلامیہ نے امریکی عوام کے نام ایک خط شائع کیا، جس میں امریکی عوام کو افغانستان میں جاری واقعات اور حقائق کے بارے میں مطلع کرکے ان سے کہا گیا کہ وہ اپنی حکومت کو جنگ سے باز رکھیں۔ تاکہ جنگ کا خاتمہ ممکن بنا کر مذاکرات کے لیے راہ ہموار کی جاسکے۔ واضح رہے ایک ماہ قبل بھی امارت اسلامیہ نے امریکی صدر کے نام ایک خط بھیجا تھا۔ اس خط نے امریکی عوام پر گہرا اثر کیا اور امریکی میڈیا کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی حکومت عوام کے دباؤ میں ہے۔ اس سلسلے میں 26 فروری کو امریکا کے نیشنل انٹرسٹ میگزین نے لکھا ہے کہ امریکا کبھی بھی افغانستان میں جنگ نہیں جیت سکتا۔ اس کے دو دن بعد واشنگٹن پوسٹ نے لکھا کہ امریکا کو اب افغانستان سے نکلنا چاہیے۔

خواتین افسران سے اعلی حکام کے مطالبات

کچھ عرصہ پہلے ایسی ویڈیوز منظرِ عام پر آئیں، جن سے واضح معلوم ہورہا ہے کہ کٹھ پتلی ادارے کے حکام سرکاری اداروں میں خواتین کو ملازمت دینے کے بدلے جنسی تسکین کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں 6 فروری کو صوبہ جوزجان میں خواتین ملازمین نے کہا کہ اس صوبے میں خواتین کو بھرتی کرنے کے دوران حکومتی اہل کاران کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں۔

کابل انتظامیہ کی ایک اور بدنامی

قابض فوج کے زیرقیادت افغان عوام پر مسلط کی گئی انتظامیہ کرپٹ ترین حکومتوں کی لسٹ میں سرفہرست ہے۔ 22 فروری کو کرپشن کے خلاف جدوجہد کرنے والے ادارے نے اعلان کیا کہ افغان حکومت دنیا میں چوتھی بدعنوان حکومت ہے۔

تاپی پروجیکٹ کی حمایت

23 فروری کو چار ممالک کے رہنماؤں نے گیس پائپ لائن منصوبے کا افتتاح کیا۔ امارت اسلامیہ نے اس کو عوامی افادیت کا حامل منصوبہ اور اپنی کامیابی قرار دیا۔ واضح کیا کہ افغانستان کے راستے گیس پائپ لائن کے اس منصوبے کے پہلے مذاکرات امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت میں شروع ہوئے تھے۔ امارت اسلامیہ نے اس منصوبے کی حمایت کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ اس کا فائدہ براہ راست افغانستان کو پہنچے گا۔

کٹھ پتلی حکومت کا میڈیا سے سلوک

اگرچہ افغانستان میں زیادہ تر ذرائع ابلاغ حملہ آوروں اور این جی اوز کی جانب سے معرض وجود میں آئے ہیں۔ ان کا مشن مجاہدین کے خلاف غلط پروپیگنڈا کرنا ہے۔ تاہم اس کے باوجود بہت سی شکایات موجود ہیں کہ سرکاری حکام صحافیوں کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ انہیں معلومات جمع کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس سلسلے میں 6 فروری کو صوبہ اروزگان کے صحافیوں نے کہا کہ صوبائی حکام اس صوبے میں رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں معلومات فراہم نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ صحافیوں کی ایک تنظیم نے یہ بھی کہا کہ موجودہ حکومت کے قیام سے اب تک 150 سے زائد میڈیا ذرائع نے اپنا کام بند کردیا ہے۔

جنگی جرائم جنوری 2018

سید سعید

2 جنوری کو ہلمند کے ضلع گرمسیر کے علاقے سفار میں ایک بازار پر قابض امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپہ مارا۔ ایک خاتون سمیت تین افراد کو شہید کر دیا۔ بہت سے لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور چھ افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی طرح دو گھروں، ایک ہوٹل، چھ دکانوں، چھ گاڑیوں اور 23 موٹر سائیکلوں کو جلا دیا۔ 3 جنوری کو ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے حلقہ 27 میں کٹھ پتلی فورسز کے راکٹ حملے میں ایک شخص شہید اور دو خواتین سمیت تین افراد زخمی ہوگئے۔ 5 جنوری کو امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے اور موز میں مقامی بازار اور ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مارا۔ بازار میں وسیع پیمانے پر تباہی مچائی۔ قیمتی سامان لوٹ لیا۔ متعدد افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی طرح مدرسے پر چھاپے کے دوران معصوم طالب علموں پر ظلم کیا گیا۔ متعدد طلباء شہید اور زخمی ہوگئے۔ کچھ طالب علموں کو حراست میں لے لیا۔ مقامی افراد نے میڈیا کو بتایا کہ غیر ملکی اور افغان فورسز نے علاقہ مکینوں کو لاشیں اٹھانے یا زخمیوں کو ہسپتال منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

10 جنوری کو جارحیت پسندوں، کٹھ پتلی فورسز اور مجاہدین کے درمیان صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے سورڈاک میں شدید جھڑپیں ہوئیں۔ بعد ازاں امریکی طیاروں نے علاقے پر بمباری کی، جس میں چند مجاہدین سمیت متعدد شہری شہید اور 8 افراد زخمی ہوئے۔ اسی دن صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے ولی داد قلعہ میں پولیس نے ایک طالب علم جمشید کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ اس واقعے کی ایک ویڈیو فوٹیج سوشل میڈیا پر بھی شائع ہوئی۔

12 جنوری کو قابض اور کٹھ پتلی فورسز نے صوبہ نورستان کے ضلع نورگرام کے علاقے لاٹو قلعہ میں چھاپے کے دوران 14 شہریوں کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ لغمان کے دارالحکومت مہترلام کے قریب علی شنگ گاؤں میں پولیس نے ایک ضعیف خاتون کو اس الزام پر شہید کر دیا کہ اس کا بیٹا مجاہد ہے۔ اگلے روز غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے عبداللہ گل میں پولیس نے ایک شخص کو شہید کر دیا۔

15 جنوری کو صوبہ غور کے ضلع دولینہ کے علاقے خواجہ گان میں پولیس افسر نے دو افراد کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا، جس کے باعث دونوں دم توڑ گئے۔ اسی روز جارحیت پسندوں اور اجرتی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے علاقے سیکی بازار پر چھاپہ مارا۔ اس چھاپے میں 300 دکانیں جلا دی گئیں۔ درجنوں دکانوں سے قیمتی سامان لوٹ لیا۔ سیکی بازار کے دو چوکیدار بھائیوں 'بہار اور عبداللہ' کو شہید کر دیا۔

17 جنوری کو صوبہ میدان وردگ کے دارالحکومت کے قریب سہاک کے علاقے میں مشترکہ دشمن نے چھاپے کے دوران دس عام شہریوں کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن ہلمند کے ضلع نوزاد کے بازار پر قابض امریکی اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران چھاپہ مارا۔ پانچ شہریوں کو شہید

اور زخمی کر دیا، جب کہ مقامی لوگوں کو مالی نقصان بھی پہنچایا۔ اگلے دن صوبہ فراہ کے ضلع پشت رود کے علاقے چین میں پولیس نے ایک شخص عبد الہادی ولد عبد الوہاب کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

21 جنوری کو جارحیت پسندوں اور افغان فورسز نے صوبہ پکتیکا کے ضلع نکی کے علاقے تور خیل میں چھاپے کے دوران گھروں کے دروازے توڑ دیے۔ مقامی لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ گھر گھر کی تلاشی کے دوران قیمتی سامان بھی لوٹ لیا۔ چار گاڑیوں کو جلا دیا اور 18 افراد کو حراست میں لے لیا۔ اگلے دن میڈیا نے خبر شائع کی کہ قندوز کے ضلع چہار درہ میں امریکی اور افغان فورسز نے مجاہدین کے خلاف کارروائی کی، جس کے نتیجے میں فریقین کو جانی نقصان ہونے کے علاوہ عام شہریوں کو بھی بھاری جانی و مالی نقصان ہوا۔ رپورٹس کے مطابق اس کارروائی میں چہار درہ کے علاقے خرکارو، میگانو، سجانی، زخیل وال، قریہ یتیم اور دیگر قریبی دیہاتوں میں درجنوں عام شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ گھروں اور مساجد کو بھی ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا گیا۔ وسیع پیمانے پر لوگوں کو مالی نقصان پہنچا۔ عینی شاہدین نے میڈیا کو بتایا کہ امریکی اور افغان فوج نے فضائی اور زمینی کارروائی میں عوام کو نشانہ بنایا۔

24 جنوری کو ہلمند کے ضلع کجکی کے علاقے گندم ریز بازار پر امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپہ مارا۔ چار دکانوں کو مسمار کر دیا اور تین دکان داروں کو شہید کر دیا گیا۔ اسی دن قندھار کے ضلع ارغسان کے علاقے اندوزی میں جارحیت پسندوں اور اجرتی فورسز نے چھاپے کے دوران چار گھروں کو تباہ کر دیا۔ لوگوں کے وسائل کو جلا دیا گیا۔ 13 افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔ جب کہ صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے علاقے چکاب میں پولیس نے ایک ڈرائیور کو شہید کر دیا۔ اگلے دن صوبہ ننگرہار کے ضلع لعل پوری کے علاقے گل ڈاگ گردوای میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپے کے دوران لوگوں پر بہیمانہ تشدد کیا۔ ایک خاتون سمیت دو افراد کو شہید اور 6 کو حراست میں لے لیا۔ اسی طرح صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے علاقے افغانیہ میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے چھاپے کے دوران لوگوں کا قیمتی سامان لوٹ لیا۔ علاوہ ازیں چار افراد کو شہید اور زخمی کر دیا۔ جب کہ مدرسہ دار العلوم محمودیہ کے پانچ طالب علموں کو حراست میں لے لیا۔ اگلے روز غزنی کے دار الحکومت کے قریب قرہ باغی کے علاقے میں کٹھ پتلی فورسز کے حملے میں چار گھر تباہ، 7 افراد شہید اور 6 زخمی ہو گئے۔

29 جنوری کو صوبہ زابل کے ضلع شینکی کے ایک علاقے میں پولیس نے ایک خانہ بدوش کو شہید کر دیا۔ 30 جنوری کو صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے باران قلعہ میں افغان فورسز نے فائرنگ کر کے ایک جنازے میں شریک افراد کو زخمی کر دیا۔ اگلے دن کٹھ پتلی فورسز نے امریکی فضائیہ کی مدد سے قندھار کے ضلع میوند کے علاقے بند تیمور پر چھاپہ مارا۔ چھاپے کے دوران 31 نہتے شہریوں کو شہید اور 32 افراد کو زخمی کر دیا۔ جب کہ لوگوں کی درجنوں گاڑیاں بھی جلا دی گئیں۔ اگلے دن صوبہ فاریاب کے ضلع سبز پوش میں امریکی طیاروں کی بمباری کے نتیجے میں ایک خاتون سمیت تین افراد شہید، جب کہ 9 افراد جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں، زخمی ہو گئے۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، تن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس

ماہ جمادی الاولیٰ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کے ہلاک	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	عام لوگوں کی جانی
1-	قندھار	38	0	0	0	133	36	20	3	4	0
2-	ہلمند	111	2	0	0	318	160	42	14	11	1
3-	زابل	28	0	0	0	44	23	4	0	3	0
4-	روزگان	17	0	0	0	52	14	2	0	0	0
5-	فراہ	43	0	8	16	73	51	14	3	6	0
6-	غور	7	0	0	0	4	4	1	0	0	0
7-	ہرات	28	0	0	0	55	77	29	1	6	0
8-	نیمروز	18	0	0	0	22	8	13	1	2	1
9-	بادغیس	27	0			22	23	2	2	7	0
10-	فاریاب	34	0	0	0	39	35	4	2	10	0
11-	کونڑ	35	0	0	0	20	18	6	0	0	0
12-	ننگرہار	20	0	0	0	42	22	7	3	0	0
13-	لغمان	13	0	0	0	27	22	6	1	3	0
14-	نورستان	4	0	0	0	3	3	1	0	0	0
15-	کابل	10	2	24	10	108	162	4	6	0	1
16-	میدان وردگ	17	0	0	0	9	12	4	0	0	0
17-	غزنی	47	0	0	0	163	126	25	4	6	0
18-	خوست	17	0	0	0	23	17	3	0	0	0
19-	لوگر	22	0	0	0	79	55	10	2	0	0
20-	کاپیسا	6	0	0	0	19	0	2	0	0	0
21-	پروان	2									
22-	پکتیا	9	0	0	0	15	11	2	0	0	0
23-	پکتیکا	6	0	0	0	15	6	4	0	0	0
24-	قندوز	8	0	5	0	21	3	5	2	4	0
25-	بغلان	9	0	0	0	19	24	8	1	0	0
26-	تخار	10	0	0	0	38	15	6	2	4	0
27-	سمنگان	2	0	0	0	3	1	0	0	1	0
28-	بدخشان	6	0	0	0	10	3	1	0	0	0
29-	بامیان										
30-	بلخ	13	0	0	0	26	17	2	0	0	0
31-	جوزجان	1	0	0	0	0	2	0	0	0	0
32-	دای کنڈی	5	0	0	0	8	4	1	0	0	0
33-	سرپل	4	0	0	0	5	2	0	2	0	0
34-	پنجشیر										
مجموعہ		617	4	37	26	1415	956	228	49	67	3

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

7th Year March 2018

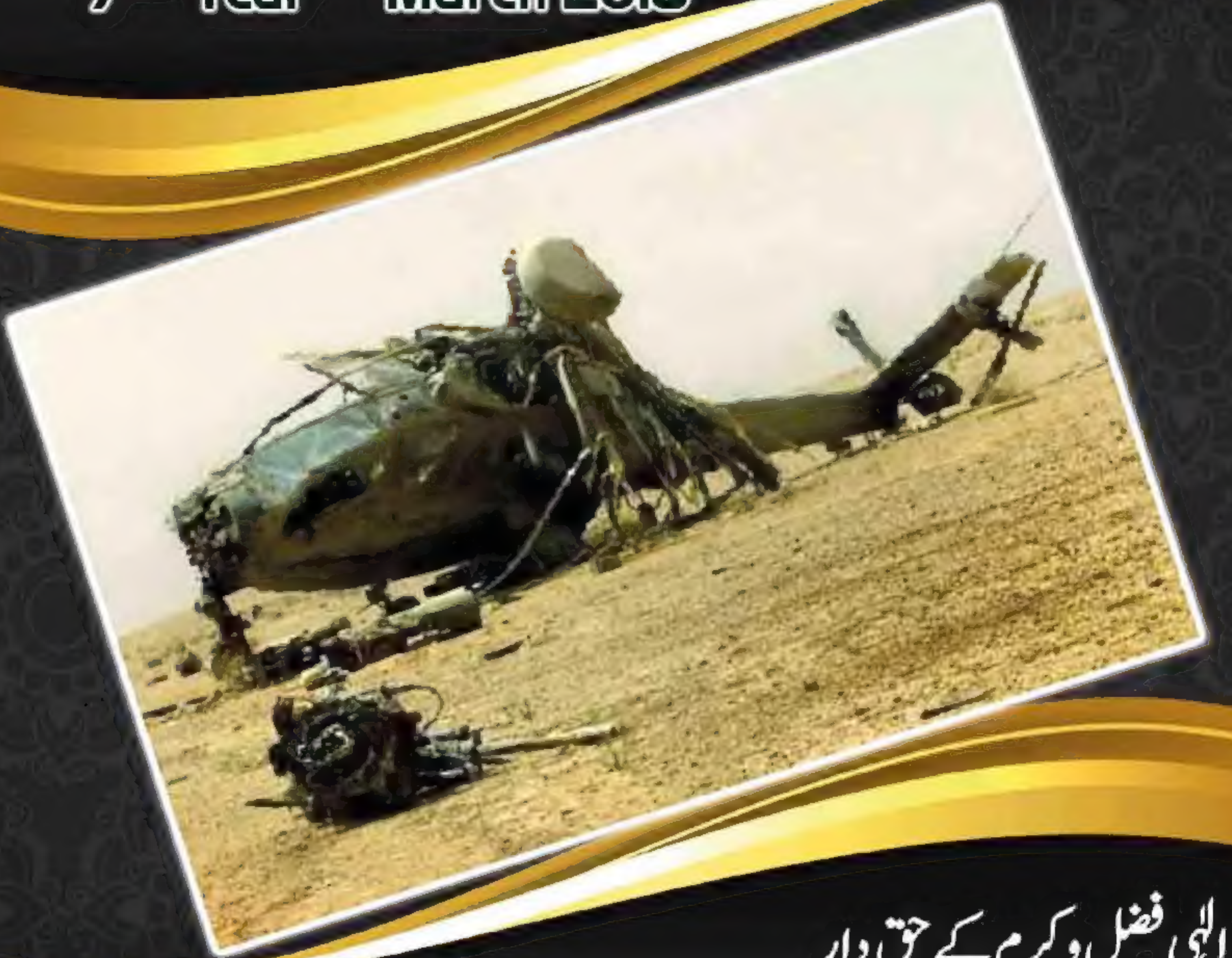

الٰہی فضل و کرم کے حق دار

دو روزہ عارضی زندگی کے لیے اپنے اور صرف اپنے معاش کی فکر کاندھے پر ڈالے خون پسینہ ایک کرنا ایک غیر نظریاتی فردِ بشر کا طریقۂ واردات تو ہو سکتا ہے، ایک مؤمنِ کامل کا انتخاب ہر گز نہیں.

اللہ تعالی مجاہدین کو اپنے خزانۂ غیب سے دو جہاں کی دولتیں عطا فرمائے، جو اپنا آج اُمت کی حیات کی خاطر قربان کیے ہوئے ہیں. وہ امت کے آج و کل کے تحفظ کے لیے دشمن کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں. یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے امت کے زخمی بدن کو دشمن کے بارود سے راکھ ہونے سے بچایا ہے.

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء